



ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلحہ اشاعت کا
35 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

27 صفر 1448ھ / 11 تا 17 اگست 2026ء

اس شمارے میں

معروف و منکر

شریعت ہمارے لیے انہی چیزوں کو بھلائی قرار دیتی ہے جو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق ہیں اور انہی چیزوں کو برائی قرار دیتی ہے جو اس فطرت سے موافقت نہیں رکھتیں۔ وہ بھلائیوں اور برائیوں کی محض ایک فہرست ہی بنا کر ہمارے حوالے کر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ زندگی کی پوری اسکیم اسے نقشہ پر بناتی ہے کہ اس کی بنیادیں معروف (بھلائیوں) پر قائم ہوں اور معروفات اس پر وہاں چڑھ سکیں۔ اور منکرات کو اس کی تعمیر میں شامل ہونے سے روکا جائے اور نظام زندگی میں ان کے در آنے اور ان کا زیر پھیلنے کے مواقع باقی نہ رہیں۔ اس فرض کے لیے وہ معروفات کے ساتھ ان اسباب اور ذرائع کو بھی اپنی اسکیم میں شامل کرتی ہے جن سے وہ قائم ہو سکتے اور وہاں چڑھ سکتے ہیں اور ان مواقع کو بھانسنے کا انتظام بھی سمجھ کر کرتی ہے جو معروفات کے قیام اور نشوونما میں کسی طور پر سد راہ ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اصل معروفات کے ساتھ ان کے قیام و ترقی کے وسائل بھی معروف بن کر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے مواقع منکرات کی فہرست میں شامل کر دیے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ منکرات کے ساتھ بھی ہے۔ اصل منکرات کے ساتھ وہ چیزیں بھی منکر قرار پاتی ہیں جو کسی منکر کے وقوع یا ظہور یا نشوونما کا ذریعہ ہیں۔ معاشرے کے پورے نظام کو شریعت اس طرز پر ڈھالتی ہے کہ ایک ایک معروف اپنی حقیقی صورت میں قائم ہو۔ زندگی کے تمام متعلقہ شعبوں میں اس کا ظہور ہو۔ ہر طرف سے اس کو پروان چڑھنے اور قائم ہونے میں مدد ملے۔ اور یہ وہ رکاوٹ دور کی جائے جو کسی طرح سے اس کی راہ میں حائل ہو سکتی ہو۔ اسی طرح ایک ایک منکر کو چن چن کر زندگی سے نکالا جائے۔ اس کی پیدائش اور نشوونما کے اسباب روکے جائیں۔ جدھر وہ زندگی میں گھس سکتا ہے، اس کا راستہ بند کیا جائے۔ اور اگر وہ ہر گز اجنبی سے تو بچ کر نہ نکلے گا۔ اس کا راستہ بند کیا جائے۔

پروفیسر خورشید احمد
اسلامی نظریہ حیات

اتحاد اُمت مسلمہ اور پاکستان کی
سلامتی تاریخ کے درپچوں سے (1)

اُمت مسلمہ کی حالت زار اور درونجات

نفاذ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ

ہمارا تعلیمی نظام: مسائل اور حل

صحابہ کرامؓ کو عظیم ترین کیوں ملیں؟ (1)

جسوت، فریب کے بین الاقوامی فوکار

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں
کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!



جس نے نیکی کا راستہ اختیار کیا
اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا



آیت: 22

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ النُّحْلِ

وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ
وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝

آیت: ۲۲ ﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ”اور جس شخص نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا اور وہ احسان کی روش اختیار کرنے والا بھی ہو“

﴿فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾ ”تو اُس نے تھام لیا مضبوط حلقہ کو۔“

الْعُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ (مضبوط کنڈا یا حلقہ) سے مراد اللہ کا تعلق اور اس کا سہارا ہے۔ اس مضبوط سہارے کو تھامنے کا ذکر اس سے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۶ میں اس طرح آیا ہے: ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ ”اور جو کوئی انکار کرے طاغوت کا اور ایمان لائے اللہ پر اُس نے تو ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔“

﴿وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝﴾ ”اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔“



دولت کی افراط کا خطرہ



عَنْ عُمَرَ بْنِ عَرْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَالَ اللَّهُ لَا لِقَاءَ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَىٰ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتَهُمْ)) (صحیح بخاری)

حضرت عمر بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں تم پر نفرت و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے، جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی، پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کر دے، جیسے کہ اُس نے اُن اہلوں کو برباد کیا۔“

تشریح: یہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کا آخری حصہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے مال و دولت کی زیادتی کے فتنے سے خبردار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بعض اگلی قوموں اور امتوں کا یہ تجربہ تھا، کہ جب اُن کے پاس دنیا کی دولت بہت زیادہ آئی، تو اُن میں دنیوی حرص اور دولت کی رغبت و چاہت اور زیادہ بڑھ گئی، اور وہ دنیا ہی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے، اور اصل مقصد زندگی کو بھلا دیا، پھر اس کی وجہ سے اُن میں باہم حسد و بغض بھی پیدا ہوا، سستی و کاہلی بھی پیدا ہو گئی اور بالآخر اُن کی اس دنیا پرستی نے اُن کو تباہ و برباد کر دیا۔

اتحاد اُمتِ مسلمہ اور پاکستان کی سلامتی

تاریخ کے درپچوں سے (حصہ اول)

ندائے خلافت

خلافت کی بنیادیں جو پھر استوار
لاگیں سے خونِ اسلام کا تلب جگر

تنظیم اسلامی ترجمان نظام خلافت کا قیام

بانی: اقتدار احمد مداح

27 مئی تا 3 ربيع الاول 1448ھ جلد 35
11 تا 17 اگست 2026ء شمارہ 30

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ

مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید

مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری
• وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: مسٹر بشری دین حق ٹرسٹ لاہور

مطبع: آر آر پرنٹرز، سکایاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

”دارالاسلام“ ملتان روڈ چک لاہور۔ پوسٹل کڈ 53800
فون: 35473373-78 (042)
E-Mail: markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36 کے مال ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 35834000 • 35869501-03 • فکس
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ زر تعاون

اندرون ملک 1,200 روپے

بیرون پاکستان

امریکہ: کنیڈا آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)

اٹلی یا یورپ: ایشیا افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پی آرڈر

مکتبہ مرکزی یا محکمہ خدام القرآن کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email: maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرت کی تمام آرام سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

پاکستان کو قائم ہوئے 79 برس ہوئے کو ہیں۔ چند روز قبل ملک کی ایک اہم شخصیت کا بیان نظر سے گزرا جس میں انہوں نے حکومت کی کارکردگی کو صفر قرار دیتے ہوئے گویا اپنی ہی حکومت کو چارج شیٹ کر دیا۔ اس بیان کے پس پردہ کیا حقائق ہیں اور کس نظام کو نافذ کرنے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن موصوف کے بیان سے یہ بات تو طے ہو گئی کہ ملک میں دودھ اور شہد کی نہریں نہیں بہہ رہیں۔ ایران۔ امریکہ۔ مذاکراتی عمل میں کلیدی کردار ادا کر کے ٹرمپ کی شاہانہ کمر اور ابھی ختم نہ ہو پایا تھا کہ مشرق وسطیٰ میں سب سے بڑے تخریب کار اسرائیل نے اپنی باندی امریکہ کو پھر خوفناک جنگ میں دھکیل دیا ہے۔ حملہ امریکہ اور اسرائیل کرتے ہیں، جواب خطے کے عرب ممالک کو دیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک صیہونی ”گریٹر اسرائیل“ کے ایلوسی اور دجالی منصوبے سے ہر گز چھپے نہیں ہٹیں گے اور مسلم ممالک آپس میں لڑ کر کمزور ہوتے رہیں گے۔ معاشرت تو ان کی ایک عرصہ سے وٹن 2030، کے نام ہو چکی ہے، اب شدید معاشی سختی بھی دبلیز پر ہے۔

7 اکتوبر 2023ء کے بعد سے اسرائیل کی غزہ کی وحشیانہ نسل کشی پر یہ ممالک ایک لفظ نہ بول سکے۔ نہ مظلوم کی حمایت میں اور نہ ظالم کے خلاف۔ فلسطین اور دنیا کے دیگر کئی ممالک میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں لیکن مسلم دنیا کے عمومی رد عمل نے روز روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے کہ 57 مسلم ممالک کے حکمران و مقتدر طبقات بالخصوص، اور دنیا میں بسنے والے کم و بیش 2 ارب مسلم عوام بالعموم بانجھ ہوتے جا رہے ہیں۔ الاما شاہ اللہ۔ اگرچہ بانجھ پن کے اشارے تو غالباً وصدیاں پہلے ہی ظاہر ہونے لگے تھے، جب برطانیہ نے نوآبادیاتی نظام (کلونیازم) کے تحت ایک کاروباری کمپنی بھیج کر برصغیر پاک و ہند کو عملی طور پر فتح کر لیا تھا جس میں مقامی لوگوں نے انگریز کی غلامی قبول کر کے شرمناک کردار ادا کیا۔

19 ویں صدی کے وسط سے سلطنت عثمانیہ بھی تیزی سے تنزلی کا شکار ہو رہی تھی۔ 1830ء کی دہائی میں سلطنت عثمانیہ نے ایک قانون اپنایا کہ آئندہ وکالی معاملات میں اگر چاہیں تو شریعت کے مطابق فیصلہ لے لیں اور چاہیں تو رواج کے مطابق۔ یہ وہی دور تھا جب سلطنت عثمانیہ یورپ کے یہودی بینکاروں کے شکنجہ میں بری طرح جکڑی گئی تھی اور ان پر بے تحاشا قرض بعد سود واجب الادا ہو چکا تھا۔ اس سے تقریباً دو دہائی صدیاں قبل حالات اتنے مختلف تھے کہ ملکہ برطانیہ جنگ میں جاتے سے قبل عثمانی خلیفہ سے درخواست کرتی تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں برطانیہ کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت فرمادیں۔ لیکن خلافت عثمانیہ پر جدید یورپ کا جادو سرچڑھ کر بولا۔ خلیفہ وقت کے ”حرم میں فرانس، یونان، پرتگال، اسپین اور نہ جانے کہاں کہاں سے لونڈیاں موجود رہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر انہی ممالک کی خواتین کے ساتھ عثمانی حکمرانوں نے شادیاں بھی کر لیں۔ گویا سانپوں اور بچھوؤں کو گھر میں داخل ہونے کے لیے خود ہی اپنا دروا کر دیا۔ خلافت عثمانیہ، جس کی ایک دور میں پوری دنیا پر دھاک بٹھی ہوئی تھی، اب ”یورپ کا مرد دیتار“ کہلانے لگا۔ اسی دوران یہودی نے ایسی چالیں چلیں کہ سارا یورپ ان کا محتاج اور مقروض ہو کر رہ گیا۔ یورپ کے مرکزی بینکوں پر یہودی قابض تھے اور یورپ کے بادشاہ ان سے سودی قرض لے کر جنگیں لڑتے۔ پھر یہ کہ سنا کہ مارکیٹوں پر بھی یہودی کا قبضہ تھا۔

یورپ میں پہلا پرنٹنگ پریس 1450ء میں ایک منار جو ہانس گکٹنبرگ نے ایجاد کیا۔ پھر کیا تھا، یہود اور یہود تو از افراد کے نظریات و افکار، فلسفہ اور نظام ہائے معیشت و سیاست پر روایت سے ہٹ کر جدید نظریات و فلسفہ پر مبنی کتب بڑے پیمانے پر لکھ کر شائع کی گئیں۔ بعض تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ مادہ پرستی، ہیومن ازم، لیبرل ازم، سیکولر ازم اور ان کے مابین یورپ میں نام نہاد احیائے علوم اور اصلاح معاشرہ کی تحریکوں کی کامیابی میں بڑے پیمانے پر کتب شائع کیے جانے (یعنی پرنٹنگ پریس) نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ یورپ میں بادشاہ اور پوپ کے گھجے جوڑے سے صدیوں سے قائم غلامانہ طرز حکومت کو انقلاب فرانس نے لسیا منسپا کر دیا۔ پروٹیسٹنٹ عیسائیت کی داغ بیل تو 14ویں صدی میں ہی ڈال دی گئی تھی۔ ایک طرف رومیوں کی حکومت کے مظالم تھے تو دوسری طرف پروٹیسٹنٹ عیسائیت (جو خود یہود کی سازش کے تحت معرض وجود میں آئی تھی) نے خاص طور پر برطانیہ میں جڑ پکڑ لی۔ یہود نے سودی بینکاری کی اجازت حاصل کرنی اور بڑے سرمایہ داروں، جن میں اکثر یہودی تھے، نے دھوا دھڑ ”پرومیزی نوٹ“ (Promissory Note) چھاپنا اور جاری کرنا شروع کر دیے۔ یوں سودی بینکاری کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو آج تک تیسری دنیا کے ممالک کے گھٹے کا پھندا بنا ہوا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ امریکی جنگی آزادی کے اہم جرنیلوں میں سے ایک بڑی تعداد مثلاً جارج واشنگٹن، بنجمن فرینکلن، جیمز اوٹس، جیمز میڈیسن وغیرہ فری میسن تھے۔ فری میسنز اور الوینیائی جیسے خفیہ گروہوں نے یہود کو سیاسی و معاشی تقویت دینے میں بڑا کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ 19ویں صدی کے اختتام پر یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ اب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ قومیت (Nationalism) کی بنیاد پر چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستیں قائم کر دی جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنی انتہائی دگرگوں حالت کے باوجود بھی جب تک خلافت کا ادارہ قائم رہا، نہ تو یورپ کو قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام کی توحید کی جرأت ہو سکی اور نہ یہود کو ارض فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت مل سکی، اگرچہ روتھ شیلڈ خاندان نے اس کی بہت کوشش کی۔ 1903ء میں بابائے صیہونیت تھیوڈور ہرتزل نے ”Altneuland“ نام کی ایک کتاب تحریر کی جس میں موصوف نے ”گریر اسرائیل“ کے خدوخال پیش کر دیے۔ اس سے قبل 1897ء میں عالمی صیہونی تنظیم کا قیام عمل میں آچکا تھا اور اس کا پہلا اجلاس اسی سال تھیوڈور ہرتزل ہی کے زیر صدارت سویٹزرلینڈ کے شہر بازل (Basel) میں منعقد کیا گیا تھا۔ اسی اجلاس کی کارروائی پر مبنی دستاویز ”صیہونی پروٹوکولز“ کے نام سے معروف ہوئی۔ اس دستاویز کو ارض فلسطین میں دجائی صیہونی ریاست کو قائم کرنے اور دنیا پر یہود کی اجارہ داری کو مسلط کرنے کا روڈ میپ یا پیلو پرنٹ بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ وہی دستاویز ہے جسے نامور امریکی صنعتکار ہنری فورڈ اور برطانوی سیاستدان کینٹن آرجیٹلڈ رجز نے جب دنیا میں جاری واقعات کے ساتھ جوڑ کر دیکھا تو انہیں چونکا دینے کی حد تک زمینی حقائق سے مشابہ پایا۔ ہنری فورڈ نے 1921ء میں ایک مشہور انٹرویو میں کہا تھا: ”میں صرف یہی کہوں گا کہ یہ پروٹوکولز جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ حالات حاضرہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ یہ آج تک دنیا کے حالات پر پورا اترے ہیں اور اب بھی فٹ بیٹھے ہیں۔“

3 مارچ 1924ء کو خلافت عثمانیہ کے خاتمے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ غیروں سے زیادہ انہوں کی سازشوں نے خلافت کے ادارے کو منہدم کرنے میں کردار ادا کیا۔ طاغوتی قوتوں کے بعض ایسے مسلم علماء بھی شامل تھے جنہیں خداری کے حسلے میں بعد ازاں مشرق وسطیٰ میں بنی صلف بندی کے نتیجے میں بننے والی قومی ریاستیں تحفظ عطا کر دی گئیں۔ دوسری طرف ترکی (جو اب ترکیہ کہلاتا ہے) میں مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) کی خدمات کے عوض یورپ کی طاقتوں نے ترکیہ کی حکومت اس کے حوالے کر دی۔ ترکیہ میں سیکولر حکومت کے قیام اور خلافت عثمانیہ کے انہدام کے بعد ارض فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ جمایا اور 1917ء کے بالفور اعلامیہ کے مطابق یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ کچھ زمینیں تو سیدھے سادے فلسطینی مسلمانوں سے خریدی گئیں مگر ارض مقدس کے بیشتر علاقوں میں صیہونی دہشت گرد تنظیموں نے زبردستی فلسطینی مسلمانوں کی املاک اور زمینوں پر قبضہ جما کر انہیں پر دہر کر دیا۔ دوسری جنگ عظیم، جو درحقیقت پہلی جنگ عظیم کا ہی ایک خمیر تھا، میں ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کو قائم کرنے کی حتمی تیاری کی گئی اور صیہونیوں کے دنیا بھر میں راج کردہ سرمایہ دارانہ نظام، خمینی مغربی جمہوری طرز حکومت اور وحی سے مبرا خود ساختہ اخلاقیات (subjective morality) پر مبنی بے حیاء تہذیب کی بنیادیں مزید مضبوط کی گئیں۔ مؤخر الذکر نظریات کا نشانہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی اشرفیہ اور عوام دونوں تھے، کیونکہ معاشرتی سطح پر اسلامی اقتدار، خاندانی نظام اور تہذیب اسلامی بڑی حد تک برقرار تھی۔

دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد عالمی سطح پر 14م تہذیبیاں واقع ہوئیں۔ اذالیہ کہ فرہنگ کی امامت برطانیہ سے امریکہ منتقل ہو گئی بلکہ کر دی گئی۔ دوسرا یہ کہ امریکہ اور سوویت یونین، جو دونوں بڑی جنگوں میں اتحادی فوج کا حصہ تھے، اُن کی اجتماعی نظام معیشت کے حوالے سے سرد جنگ کا آغاز ہوا، جو سوویت یونین کی شکست و ریخت پر 1991ء میں اختتام پزیر ہوئی۔ امریکہ (سرمایہ دارانہ نظام) کو سوویت یونین (اشتراکیت) کے خلاف فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی جس کے نتیجہ میں وہ دنیا کی واحد سپر طاقت بن گیا۔ اس کے بعد امریکہ اور اُس کے اتحادیوں (بشمول نیٹو) نے اپنی ساری توجہ مسلم ممالک کے خلاف نظریاتی اور عسکری جنگیں مسلط کرنے پر مرکوز کر دی۔ تیسرے یہ کہ 14 مئی 1948ء کو ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل قائم کر دی گئی اور اسی سال تکہ کے دوران لاکھوں فلسطینیوں کا قتل عام کیا گیا اور ان کی صدیوں سے موجود آبادیوں، گھروں اور املاک پر صیہونیوں نے زبردستی قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی دنیا بھر سے یہود کو اسرائیل یعنی مقبوضہ فلسطین میں لاکر آباد کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ عرب ممالک نے 1948ء میں اسرائیل کے خلاف خاصی کامیاب جنگ کی اور وہ فتح کے قریب پہنچ چکے تھے کہ نہ جانے کیوں اچانک عربوں نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ چوتھی سطح پر مسلمان ممالک میں قومی دھارے اور احیائے دین کی تحریکوں کا آغاز ہوا، جس کا تذکرہ آئندہ شمارے میں ہوگا۔ ان شاء اللہ! (جاری ہے)



اُمتِ مسلمہ کی حالتِ زار اور ان نجات

(تہذیبِ اسلامی کے زیرِ اہتمام تین ہفتوں پر مشتمل ملک گیر آگاہی مہم کے تناظر میں)



مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈینٹس کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 31 جولائی 2026ء کے خطاب جمعہ کی تکفیس

خطبہ مسنون اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام 31 جولائی سے 21 اگست 2026ء تک "اُمتِ مسلمہ کی حالتِ زار اور نجات" کے عنوان سے پاکستان بھر میں ایک آگاہی مہم کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ مقصد عوام الناس میں یہ آگاہی پیدا کرنا ہے کہ اس اُمت کی آج جو حالتِ زار ہے اس کی اصل وجہ کیا ہے اور اس سے نکلنے کے راستے اور حل کیا ہے؟ بحیثیت اُمتی ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں، افرادی اور اجتماعی سطح پر ہمارے کرنے کے کام کیا ہیں؟ یہی آج کا ہمارا موضوع ہے۔ ان شاء اللہ

اُمت کا وجود اور مقصد

سب سے پہلے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس اُمت کی بنیادی جڑ کیا ہے؟ کس مقصد کے لیے اس اُمت کو کھڑا کیا گیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابو الانبیاء ہیں، امام الناس ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جو کہ ذبیح اللہ ہیں دونوں کی دعائیں ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ﴾ (البقرہ: 128) "اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مطیع فرمان بنائے رکھ اور ہم دونوں کی نسل سے ایک اُمت اٹھائی جو تیری فرماں بردار ہو۔"

مسلم فرمانبردار کہہ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے سر جھکا دے۔ معلوم ہوا کہ اس اُمت کو پیدا کرنے کی دعا ابو الانبیاء اور ذبیح اللہ دونوں نے کی تھی، اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ دعا بھی کی تھی:

﴿رَبَّنَا وَانْعَمْ عَلَيْنَا كَمَا نَعْمَ عَلَيْنَا لَكَ﴾ (البقرہ: 129) "اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں اٹھائیے ایک رسول خود انہی میں سے جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سناے اور انہیں کتاب

اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔"

یہ کتنی بڑی دعا تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو پیدا فرمایا اور اس کی قبولیت میں اڑھائی ہزار سال سے زیادہ لگے ہیں۔ بعض مرتبہ ہماری دعائیں فوری قبول نہیں ہوتیں تو ہمیں مایوس نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ بعض مرتبہ دعاؤں کی قبولیت کی مختلف شکلیں بھی ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ وقت بھی لگتا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے اس اُمت کا نام بھی رکھا: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ طَهُوَ تَحْسِبُكَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الحج: 78) "تمہارے ہجر امجد ابراہیم کی ملت۔ اُن سے تمہارا نام مسلم رکھا ہے"

مرتبہ ابو ابراہیم

آج ہم نے آسان سمجھا رکھا ہے مسلمان ہونا، بعد کی دو رکعت نماز پڑھ لیں تو سمجھے مسلمان ہونے کا تقاضا پورا ہو گیا۔ نماز کی رکعتوں میں اللہ کو بڑا ماننے کے بعد دکان پر سود بھی چل رہا ہے، دفتر میں رشوت بھی چل رہی ہے، شادی بیاہ کے موقع پر بے بنگم دس بھی چل رہا ہے، بے پردگی بھی چل رہی ہے، معاشرے میں جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، گلام گوچ بھی چل رہے ہیں لیکن پھر بھی ہم مطمئن ہیں کہ پانچ وقت کی نماز ادا کر لی تو مسلمان ہونے کا تقاضا پورا ہو گیا۔ یہ بگڑا ہوا تصور اسلام ہے۔ جبکہ حقیقت میں اسلام کیا ہے؟ اللہ فرماتا ہے:

﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾ (البقرہ: 208) "اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔"

اسلام صرف چند عبادات اور رسومات کا نام نہیں ہے بلکہ ہرے لہے اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔ چاہے شادی بیاہ کا موقع ہو، ماتم ہو، دفتر ہو، دکان ہو، عدالت ہو، پارلیمنٹ ہو،

حکومت ہو، ریاستی ادارے ہوں، ہر جگہ اللہ کے احکامات کا نفاذ، اللہ کی فرمانبرداری، اس کا نام اسلام ہے۔ جیسے خود ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے فرمانبرداری کے تقاضے پورے کر کے دکھائے۔ آج ہم مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گئے تو سمجھنے لگ گئے کہ ہماری بخشش ہو گئی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اللہ نے اس اُمت میں پیدا کیا ہے تو اس کوئی مقصد بھی ہے۔

اُمت کا مقصد

یہ اُمت کسی معمولی مقصد کے لیے نہیں پیدا کی گئی کہ معاشی ترقی کر لی، اپنا گھر بنالیا، بینک پیسٹ اور بزنس سیٹ کر لیا۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا دی، اولاد کی شادیاں کروادیں اور بس مقصد پورا ہو گیا، ہرگز نہیں! گھونسلے چیز یا بھی بنالیتی ہے، جانور بھی بچے پال لیتے ہیں، معاشی اور دنیوی ترقی تو کفار نے بہت کی ہے، یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ اس اُمت کی فضیلت بہت بڑے مقصد اور فائدہ داری کی وجہ سے تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْعَدْلِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران: 110) "تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔"

حقیقی معنوں میں دنیا کو لایز کرنے کی فائدہ داری اس اُمت کو سونپی گئی تھی۔ دنیا کی امامت اس اُمت نے کرنی تھی، دنیا کے لیے ریل ماڈل بنانا ہے، دنیا سے فتنہ و فساد، برائی اور شر کو ختم کرنے اور عدل، انصاف اور خیر کے نظام کو پوری دنیا میں قائم کرنا اس اُمت کے ذمے لگا گیا۔ قرآن پاک میں فرمایا: ﴿كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلنَّاسِ﴾ (النساء: 135) "کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر۔" اسی طرح سورۃ المائدہ میں

فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ
شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ﴾ (المائدہ: 8) ”اے لوگو جو ایمان
لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف
کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔“

اس آیت کو کھڑا کرنے کا مقصد یہ تصور ہی تھا کہ
ٹرمپ ہمارے فیصلے کرتے، متن یا ہو اور مرحومہ UNO
جمہوریہ کے فیصلے کرتے، G7 اور G13 بیچ کر فیصلے
کریں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا ہے؟ بلکہ دنیا کی اقوام کے
فیصلے کرنے کی ذمہ داری اس آیت کو سونپی گئی تھی۔ اسی
وجہ سے اس کو بہترین آیت قرار دیا گیا تھا کہ نیکی کا حکم
دے اور برائی سے روکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَلِّمَكَ جَعَلْنَاهُ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرہ: 143)

”اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک
وسط بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔“

اس آیت کو اللہ کے دین کی گواہی دینے کے لیے
کھڑا کیا گیا۔ دین کی گواہی پیش کرنا پہلے کم و بیش سوا لاکھ
انبیاء کرام علیہم السلام کے ذمے تھا اور ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری
آیت مسلمہ کے کندھوں پر ہے۔ فرمایا: ﴿هُوَ أَحْسَنُ كَلِمَةٍ﴾
(الحج: 78) ”اس نے تمہیں سچن لیا ہے“

دنیا میں اللہ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے اس
آیت کو چنا گیا۔ اگر اس کے لیے جدوجہد کریں گے تو اللہ
کی مدد بھی آئے گی، دنیا میں عزت اور امامت بھی ملے گی۔
ہم خیر آیت بھی قرار پائیں گے اور دنیا میں آنے کا ہمارا
مقصد بھی پورا ہوگا۔ اے شاہد اللہ!

رسول اللہ ﷺ کی آیت: گلوبل امت

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک گلوبل امت ہمیں
تیار کر کے دی تھی، رنگ، نسل، زبان، علاقہ، ہر امتیاز اور
ہر تفریق سے بالاتر ہو کر صرف کلمہ کی بنیاد پر ہم ایک امت
تھے، فارس کے مسلمان، روم کے صیب اور عیش کے مال جڑے
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔ مگر آج ہم نے آیت کو
تقسیم کر دیا، کہیں نسل اور زبان کی بنیاد پر تعصب، کہیں
جغرافیائی بنیادوں پر جھگڑے، کہیں مسلک کی بنیاد پر لڑائی
اور کہیں مال و دولت کی لالچ میں بھائی بھائی کا دشمن، کہیں
وراثت کے جھگڑے عدالتوں تک پہنچ گئے۔ آج تقسیم ہر تقسیم،
کھڑے کھڑے ہو کر ہم زوال کا شکار ہو گئے۔ اس زوال سے
نکلنے کا واحد راستہ اللہ کے رسول ﷺ نے سمجھا دیا کہ ہم
دوبارہ ایک گلوبل امت بن جائیں۔ اسلام میں وہ طاقت ہے

کہ یہ ساری انسانیت کو ایک بیج پر کھڑا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: 10)
”یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے صرف اس کا درس ہی نہیں
دیا بلکہ حقیقت میں بھائی چارہ کا نظام قائم کر کے بھی
دکھایا۔ انصار مدینہ کے انبار کی مثالیں قرآن بیان کرتا
ہے: ﴿وَيُؤَيِّرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: 9) ”اور وہ خود پر ترجیح دیتے
ہیں دوسروں کو خواہ ان کے اپنے اوپر سختی ہو۔“

ایک روایت کے مطابق ایک گھر سے کھانا
پڑوسیوں کے لیے بھیجا گیا، سات گھروں (ایک روایت
کے مطابق 12 گھروں) سے ہوتا ہوا وہ آپس آپ گھر میں
آ جاتا ہے۔ اخوت کے یہ نظارے بھی اسلامی نظام
میں آسمان نے دیکھے ہیں۔ یہ ایک گلوبل امت تھی جو
رسول اللہ ﷺ ہمیں قائم کر کے عطا کر گئے تھے۔ اسی
وجہ سے اس وقت آیت کا عروج تھا۔

آیت کا عروج

یہ آیت جو کلمہ کی بنیاد پر کھڑی کی گئی اور جسے اللہ
کے رسول ﷺ نے ترتیب دیا، جو منتخب امت تھی، جب
اس نے قرآن کو تھا، قرآن سے ہدایت و رہنمائی حاصل
کی، قرآن کو کھنڈ ثواب کی کتاب نہ سمجھا بلکہ اس کو
کتاب انقلاب بھی سمجھا، اس کی تعلیمات کا اپنی زندگیوں
میں نافذ بھی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو عروج عطا کیا۔

اس آیت کا عروج مادی وسائل کی بنیاد پر نہیں تھا،
مادی وسائل بھی ہونے چاہئیں، دنیا کے وسائل کا علم اور تحقیق
ہونی چاہیے، مگر مسلمان کا بھر دسا وسائل پر نہیں ہوتا
مسبب اسباب پر ہوتا ہے۔ جنگ بد میں رسول اللہ ﷺ
کی قیادت میں 313 کا لشکر ایک ہزار پر غالب رہا، حالانکہ
مد مقابل کے پاس اسلحہ، گھوڑے اور دیگر وسائل کئی گنا زیادہ
تھے مگر مؤمنین کا لشکر اللہ پر بھروسہ کر رہا تھا۔ یہ وہ مؤمنین تھے
جو اللہ کے دین کی خاطر اپنا گھر بار، عزیز رشتہ دار، سب کچھ
چھوڑ کر آئے تھے۔ اس دن کو اللہ نے یوم الفرقان قرار دیا
ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل ایمان، اگر اللہ کے ساتھ ٹھٹھیں ہوں تو اللہ کی
مدد ان کو حاصل ہوتی ہے، چاہے مد مقابل وسائل کے لحاظ سے
کتنی ہی بڑا اور ترقی یافتہ کیوں نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس
قرآن کو اپنا عملی منشور بنایا تھا، راتوں کو تہجد میں وہ قرآن پڑھتے
تھے، اسی قرآن سے ان کے ایمان کی آیات جاری ہوتی تھیں:
قرآن خود کہتا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لِيُخْلِصْهُمُ اللَّهُ

رَادَّاهُمْ إِلَى الْأَرْضِ﴾ (الأنفال: 2) ”اور جب انہیں
اُس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان
میں اضافہ ہو جاتا ہے۔“

وہ قرآن جو قدرت کی رات نازل ہوا، قدرت کی رات
تقدیروں کو بدل دینے والی رات ہے، اس رات تقدیروں
کے فیصلے کیے جاتے ہیں اور اس رات نازل ہونے والا یہ
قرآن بھی تقدیروں کو بدل دیتے والا ہے۔ اس قرآن کو
جب جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے زندگی کا عملی دستور بنایا تو وہ
عرب کے صحراؤں سے اُٹھ کر پوری دنیا کے حکمران، امام
اور فیصلے کرنے والے بن گئے۔ اللہ خود فرماتا ہے:

”اللہ کا وعدہ ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان
لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ضرور انہیں زمین میں
خلافت (غلبہ) عطا کرے گا جیسے اُس نے ان سے پہلے
واہوں کو خلافت عطا کی تھی۔“ (البقرہ: 55)

اس آیت کو آیت استخلاف کہتے ہیں، یعنی خلافت
کے عطا کیے جانے کی بشارت۔ اس آیت میں یہ وعدہ ہے کہ
جو واقعہ ایمان لانے والے ہوں گے انہیں اللہ دنیا میں
خلافت عطا کرے گا۔ قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا: ”اور تم ہی
سر بلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔“ (آل عمران: 139)
جمہوری طرح صرف زبانی دعوے کرنے والے نہیں بلکہ
واقعہ ایمان لانے والے اللہ کی نصرت پاتے ہیں۔ واقعہ
ایمان کا معیار اگر دیکھنا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو۔
اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیتا ہے:

﴿قُلْ أَقْبَلُوا بِحَسْبِيَ مَا أَهَمَّكُمْ بِهِ فَقَدْ
أَخَذُوا ۝﴾ (البقرہ: 137) ”پھر (اے مسلمانو!) اگر وہ
(یہود و نصاریٰ) بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح
تم ایمان لائے ہو تب وہ ہدایت پر ہوں گے۔“

اس معیار کا ایمان ہوگا تو اللہ تعالیٰ زمین
میں خلافت عطا فرمائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ آج ہمارے
ایمان کی حالت یہ ہے کہ خلافت کا نام لینا ہی چھوڑ دیا۔
بعض دینی طبقات میں سے بھی کچھ حضرات کہہ رہے
ہیں کہ خلافت کا نام نہ لو ورنہ اٹھا کر لے جائیں گے، یہ
کردیں گے وہ کردیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ خلافت کا
نام تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں لے رہا ہے:

﴿وَإِذَا قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ
خَلِيفَةً ۖ﴾ (البقرہ: 30) ”اور یاد کرو جب کہ کہا تھا
تو ہمارے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں
زمین میں ایک خلیفہ۔“

حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا گیا تھا، اللہ کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿يَذَرُوكَ لَنَا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ﴾ (مر: 26) "اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔"

کیا قرآن سے (معاد اللہ) خلافت کے الفاظ نکال دیں؟ اگر کچھ نام نہاد جہادی تنظیموں نے لفظ خلافت کو بدنام کر دیا ہے تو ان تنظیموں کی مذمت ہونی چاہیے نہ کہ ہم خلافت کو ہی چھوڑ دیں۔ کیا خلافت راشدہ کا دور پوری دنیا کے انسانوں کے ایک رول ماڈل نہیں ہے؟ یہاں تک کہ گاندھی جیسے شخص کو بھی یہ کہنا پڑا کہ: میرے پاس نظام کو چلانے کے لیے حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں جس کو میں تمہارے سامنے پیش کروں۔ قائد اعظم کو کہنا پڑا کہ: مغرب کے سر ہاے و ارادہ نظام نے انسانوں کو غلام بنا دیا ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم خلافت راشدہ کے دور کو نمونہ کے طور پر سامنے رکھتے ہوئے دنیا کے سامنے مجددِ حاضر کی اسلامی فتاویٰ ریاست کا نمونہ پیش کریں۔ آج بھی اسکیڈینیوین ممالک میں "عمر لائز" کے نام سے خلافت راشدہ کے دور کے قوانین نافذ ہیں۔ صحابہ کرام علیہم السلام نے عدل کی محض باتیں نہیں کیں بلکہ حقیقی معنوں میں عدل و انصاف قائم کر کے دکھایا: دنیا میں جنگوں کی تاریخ پر پڑھ لیں جب کفار کسی قوم پر جنگ مسلط کرتے تھے تو عورتوں، بچوں کو بھی قتل کر دیتے تھے، فصلوں سمیت ہر چیز کو تھکس نہیں کر دیتے تھے مگر صحابہ کرام علیہم السلام نے کسی بھی جنگ میں عورتوں، بچوں اور بے ہتھیار لوگوں کو ہارنے والوں پر تلوار نہیں تانی، نہ ہی فصلوں اور درختوں کو نقصان پہنچایا۔ نہ لوگوں کی زمینوں پر قبضے کیے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں میں بھی غیر مسلم عوام نے بھی بغاوت نہ کی بلکہ وہ کہتے تھے جتنے حقوق اسلام نے ہمیں دیئے ہیں اتنے تو ہماری حکومتیں بھی نہیں دیتی تھیں۔ جو چیز یہ لیا جاتا تھا وہ بھی غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کے بدلے لیا جاتا تھا، جہاں صحابہ کرام علیہم السلام حفاظت نہیں کر پاتے تھے وہاں جزیہ بھی واپس کر دیتے تھے۔ یہ ہے خلافت راشدہ کا نظام عدل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رومی سفر نے جب حضرت عمر فاروقؓ کو درخت کے نیچے زمین پر سوئے ہوئے دیکھا تو کہا: تم لوگ عدل کرتے ہو اس لیے بے خوف سوتے ہو، ہمارے حکمران ظلم کرتے ہیں لہذا وہ محلات سے باہر بھی نہیں نکل سکتے۔ یہی عدل اسلام کا کیچہ ورہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلوا گیا:

﴿وَأَمِيزَتْ لَأَغْلِبَنَّ بَنِيكُمْ ط﴾ (الشوری: 15) "اور (آپؐ) کہہ دیجیے کہ مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔"

اسی عدل کے نظام کو صحابہ کرام علیہم السلام نے دنیا میں قائم کیا۔ یہ نظام تب قائم ہوا جب صحابہ کرام علیہم السلام نے قرآن سے ہدایت اور رہنمائی لی، قرآن کے نور سے اپنے دماغوں کو روشن کیا، یہی نور جب قرطبہ اور بغداد کی یونیورسٹیوں سے یورپ میں پہنچا تو یورپ کو ڈارک ایجر سے نکالا۔ یوٹی بیٹا، جابر بن حیان، الخوارزمی اور البرہانی جیسے مسلم سائنسدانوں کی کتب میں پڑھ کر یورپ نے سائنس میں ترقی کی۔ مغرب اگر خلافت راشدہ کے دور کے قوانین اور مسلمانوں کے عروج کے دور کے علوم و فنون کو فالو کرے تو دنیا ان کی تعریف کرے اور اگر ہم خلافت کا نام لیں تو وہ جرم بن جائے؟ یہ دنیا کا وہرہ معیار ہے۔

بہر حال صحابہ کرام علیہم السلام کے ایمان کو اللہ تعالیٰ معیار قرار دیتا ہے اور ان کی خلافت کے نظام کو آج بھی دنیا معیار مانتی ہے۔ اس طرح کا ایمان اگر ہم اپنے اندر پیدا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خلافت اور عروج و عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ!

آفت کا زوال

اس وقت دنیا میں کم و بیش دو ارب کلہ پڑھنے والے مسلمان ہیں، 57 مسلم ممالک ہیں، دنیا جہاں کے وسائل ہمارے پاس ہیں، عربوں کے پاس تیل کی دولت ہے، ہمارے پاس ایٹمی طاقت، بہترین فوج، بہترین میزائل ٹیکنالوجی ہے، ایران اور ترکی کے پاس بھی بہترین میزائل اور ڈرون ٹیکنالوجی ہے، ملائیشیاء کے پاس معاشی ترقی ہے، دنیا کے ذہین اور باصلاحیت افراد ہمارے پاس ہیں مگر پچھلے سو برس سے سب سے زیادہ بوجہ مسلمانوں کا بہایا جا رہا ہے، فلسطین، کشمیر، برما، بھارت اور کئی علاقوں میں مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے۔ عراق، شام، لبنان، لیبیا، ایران اور افغانستان میں امریکہ نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہ لہو آج بھی لبنان، ایران، فلسطین، یمن اور عراق میں مسلمانوں میں بہہ رہا ہے۔ حالانکہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، پھر ایسا ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟

مکملی وجہ: محدود تصورِ دین

ہم نے دین کو محض چند عبادات اور رسومات تک محدود کر لیا۔ اب بھی ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ

پاکستان کو سیکولر سٹیٹ ہونا چاہیے۔ گویا ہم نے دین کو انگریزی والا religion سمجھ لیا ہے کہ جس کا ریاستی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام میں کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے۔ حالانکہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، یہ نہ صرف انفرادی زندگی کے تمام امور میں رہنمائی دیتا ہے بلکہ اجتماعی زندگی کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام میں بھی اپنے نفاذ کا تقاضا کرتا ہے۔ "اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔" (البقرہ: 208)

یہ پورے کا پورا دین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم السلام نے قائم کر کے دکھایا۔ آج ہمارے ہمارے سینیٹ میں بیٹھے ہوئے لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی بینکوں میں کام کرنے والی خواتین ملازمین کو ہمایا نہیں پہنچنی چاہیے۔ ان کو ہمایا سے کیا مسئلہ ہے، معاشرے میں بے شرعی، بے حیائی، فحاشی، سود، رشوت، کرپشن سمیت ہر برائی اپنے عروج پر ہے اس کے خلاف یہ لوگ کیوں نہیں بولتے؟ ہمارے تعلیمی ادارے برائی کے گڑھ بن چکے ہیں، FBR کی اپنی رپورٹ کے مطابق اس ادارے میں 7 سو ارب روپے کی کرپشن ہوئی ہے، ایسے بڑے اور اجتماعی سطح کے جرائم پر بھی یہ لوگ خاموش رہتے ہیں لیکن کوئی مسلم خاتون اگر پردہ یا حجاب کر لے تو ان کو مسئلہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی طرزِ عمل پر اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: "تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو ماننے ہو اور ایک کو نہیں ماننے؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔ اور قیامت کے روز وہ لوگ دیئے جائیں گے شدہ ترین عذاب کی طرف۔" (البقرہ: 85)

آج ہم نے دین کے تصور کو چند عبادات و رسومات تک محدود کر لیا اور اجتماعی سطح پر اس کے نفاذ کو فراموش کر دیا، اسی وجہ سے آج ہماری ذلت ہے

دوسری وجہ: مرکزیت کا خاتمہ

1924ء میں خلافت کے انہدام کے ساتھ ہی مسلمانوں کی رہی سہی مرکزیت بھی ختم ہو گئی۔ اس سے پہلے خلیفہ کی جانب سے اگر کوئی آرڈر یا فتویٰ جاری ہوتا تو وہ پوری اُمت پر نافذ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ برطانیہ میں ایک ایسے سٹیج شو کو ترتیب دیا گیا جس میں معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہمبات المؤمنین علیہم السلام کی شان میں گستاخوں کا مذموم منصوبہ بنایا گیا تھا، یہ خبر جب عثمانی خلیفہ تک پہنچی تو اس نے برطانوی سفیر کو بلا کر تنبیہ کی کہ اگر یہ سٹیج شو روکا نہ گیا تو پھر برطانیہ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا جائے گا۔ حالانکہ شو کی کلکشن

فرہشت ہو چکی تھیں، اس کے باوجود برطانوی حکومت کو وہ سنج شوروں کا پڑا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگر خلیفہ نے جہاد کا اعلان کر دیا تو پوری دنیا کے مسلمان برطانیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ حالانکہ اس وقت خلافت آخری سانس لے رہی تھی لیکن اس کے باوجود اپنی مرکزیت کی وجہ سے اتنی طاقت کہ برطانیہ جیسی عالمی طاقت بھی اس سے خوف کھاتی تھی۔ آج ہزاروں فوجی مسلم دنیا میں گردش کر رہے ہیں مگر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ مرکزیت نہیں ہے۔ 57 مسلم ممالک ہیں مگر سب امریکہ اور یورپ کے غلام ہیں، عالمی طاقتیں مسلم ممالک کو بھی آپس میں لڑا کر ان کی رہتی سہی طاقت بھی ختم کر رہی ہیں۔ مشرق وسطیٰ جنگ کا میدان بن چکا ہے۔ آج ہماری کوئی طاقت اور حیثیت نہیں ہے کیونکہ ہماری مرکزیت کھو چکی ہے۔ اس کو دوبارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

تیسری وجہ: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اقوام عالم تم پر ایسے لوٹ پڑیں گی جیسے کھانے پر دعوت دی جاتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے۔ فرمایا: نہیں، تم تعداد میں ریت کے ذروں کی مانند ہو گے، مگر تمہاری حیثیت سمندر پر جہاگ کی مانند ہوگی، اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رب نکال دے۔ پوچھا، اس کی وجہ کیا ہوگی۔ فرمایا: ((حب دنیا و کبر اہیۃ الموت)) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ آج دنیا میں وہ عرب مسلمان اور 57 مسلم ممالک ہیں مگر ان کی حیثیت دشمنوں کے سامنے سمندر کے جہاگ کی مانند ہے۔ دنیا پر ان کا کوئی رعب نہیں۔ دشمن جب چاہتا ہے مسلمانوں کا خون بہاتا ہے۔ 57 مسلم ممالک کچھ نہیں کر پاتے۔ کیونکہ ان کو دنیا پیاری ہے، اپنا اقتدار، اپنا مال و زر، یورپ اور امریکہ کے ٹینکوں میں رکھی ہوئی دولت اور عیشیاں پیاری ہیں اور موت سے ان کو خوف ہے۔

چوتھی وجہ: اعمال میں بگاڑ

قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (اروم: 41) ”بحر و بر میں فساد رونما چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب۔“ آج انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہمارے کثوت وہ ہیں کہ جنہیں دیکھ کر یہود بھی شرمائیں۔ قرآن کو ہم نے چھوڑ دیا، مساجد بے آباد

ہیں، جھوٹ، وعدہ خلافی، رشوت، کرپشن اپنے عروج پر ہے۔ بیٹیوں کو دراشت میں شرعی حصہ نہ دینا ہم نے جائز سمجھ لیا، دین سے سرکشی اور بغاوت کو ہم نے ماڈرن ازم سمجھ لیا، ہمارے انہی کثوتوں کی وجہ سے آج ہم پر طعن طرح کے عذاب مسلط ہیں۔ قرآن میں اللہ بتاتا ہے: ”اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔“ (اشوری: 30)

کرنے کا کام: راہ نجات

راہ نجات کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس راستے پر چل کر اور جو ذرائع اختیار کر کے دنیا میں خلافت، امامت اور عروج حاصل کیا، اسی طرح موجودہ دور میں بھی مسلمان دوبارہ عروج حاصل کر سکتے ہیں۔

پہلا ذریعہ:

قرآن کو صرف کتاب ثواب نہ سمجھیں بلکہ کتاب انقلاب بھی سمجھیں اور اس تناظر میں بھی اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ قرآن تقدیروں کو بدل دینا والا ہے۔ اسی قرآن سے ایمان کی آبیاری ہوگی اور ایمان ہی وہ طاقت ہے جو مسلمان کو کفر اور باطل کے خلاف کھڑا کرتا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارا ایمان اگر ہمیں قمار کے لیے مصطیٰ پر کھڑا نہیں کر سکتا تو وہ باطل نظام کے خلاف کیسے کھڑا کرے گا؟ لہذا انقلاب کے لیے پہلا کام ہمیں جو کرنا ہے وہ ہے قرآن کے ذریعے ایمان کی آبیاری۔ کفار کو وسائل پر بھروسہ ہوتا ہے جبکہ مسلمان کی اصل طاقت ایمان اور اللہ پر بھروسہ ہے۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ دنیوی مال و دولت اور وسائل تو فرعون و نمرود، ہامان اور شداد کے پاس بھی بہت تھے مگر زندگی کے امتحان میں وہ ناکام و نامراد ٹھہرے۔ مسلمان کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا پہلا ذریعہ ایمان ہے اور ایمان کا ذریعہ قرآن ہے، قرآن سے جزا تو خدا تعالیٰ ایمان حاصل ہوگا اور ایمان سے دنیا و آخرت میں کامیابی ملے گی۔

دوسرا ذریعہ: اجتماعی توبہ و اصلاح

انفرادی اصلاح یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو، گناہ اور حرام سے بچو، اپنے باطن کو پاکیزہ کرو، سچی توبہ کر کے اللہ سے اپنا تعلق مضبوط بناؤ۔ پھر اجتماعی سطح و اصلاح یہ ہے کہ ہم دین کے جامع تصور اپنائیں، اجتماعی دینی

فہم داریوں کو پورا کریں، دینی اجتماعیت اختیار کریں اور اللہ کے دین کو بطور نظام قائم کرنے کی جدوجہد میں حصہ لیں۔ یہ ہمارے اجتماعی گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیں حاصل ہوگی۔

تیسرا ذریعہ: تفرقہ کو چھوڑ دیں

قرآن اُمت کو جوڑنے والا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران: 103) ”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لوں جل کرو اور تفرقے میں نہ پڑو۔“ قرآن کو مضبوطی سے تھامیں گے، اس سے رہنمائی اور ہدایت حاصل کریں گے تو تفرقہ اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔ تفرقہ حب پڑا جب ہم نے قرآن کو چھوڑ کر اپنے اپنے مکتب بنالے جیسے یونہی، احمدیہ، بریلوی، شیعہ وغیرہ۔ اسی تفرقہ کی وجہ سے اُمت تقسیم ہو کر کمزور ہو گئی اور آج دشمن ہم سب کو قتل کر رہے ہیں۔ دوبارہ متحد ہونا ہے تو اپنے فکر کو وسیع کرو، قرآن کو مرکز ہدایت بناؤ تو قرآن تمہیں وہ عظیم مشن سونپے گا جو نبی اکرم ﷺ کا مشن تھا، اس کے سامنے تمہارے چھوٹے چھوٹے اختلافات خود بخود ماند پڑ جائیں گے۔

چوتھا ذریعہ: اقامت دین کی جدوجہد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف اسلام کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ اسلام کو قائم اور نافذ کر کے بھی دکھایا۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنفَضُّوا وَلِلَّهِ يَنْفَضُكُمْ وَ يُقَيِّدُكُمْ أَفَادَاكُمْ﴾ (سورہ محمد) ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو تھامے گا۔“

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے دین کی مدد یعنی اقامت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں تو اللہ کی مدد آئی اور 313 ہو کر بھی ایک ہزار پر غالب رہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات آج بھی اگر امت رسول اللہ ﷺ کے مشن کو اپنائے گی، اللہ کے دین کے قیام کے لیے جدوجہد کرے گا تو اللہ کی نصرت ان کو حاصل ہوگی اور انہیں دوبارہ عروج حاصل ہو گا۔ ان شاء اللہ! یہی وہ پیغام ہے جو تنظیم اسلامی کی اس مہم کے ذریعے ہم عوام الناس اور خواص تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



نفاذ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب کا یہ مضمون ماہ نامہ ”الشریعہ“ میں یکم نومبر 2013ء کو شائع ہوا تھا۔ چونکہ ان کا یہ مضمون عظیم اسلامی کی سوچ فکر کے عین مطابق ہے، لہذا قارئین دعاۓ خلافت کے مطالعہ واستفادہ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

گزشتہ دنوں بعض عسکریت پسند گروہوں کی طرف سے اس مضمون کے بیانات اخبارات میں شائع ہوئے کہ حکومت پاکستان طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے آئین کی بات کرتی ہے جبکہ ہم شریعت کی بات کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ بہت سے عسکریت پسند گروہوں کے نزدیک دستور پاکستان اور شریعت اسلامیہ ایک دوسرے کے مد مقابل اور حریف ہیں جبکہ یہ خیال درست نہیں ہے اور اس مخالف کو فوری طور پر دور کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

دستور پاکستان کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے، دستور پاکستان سے ناواقفیت کی علامت ہے۔ اس لیے کہ دستور پاکستان کی بنیاد عوام کی حاکمیت اعلیٰ کے مغربی جمہوری تصور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے اسلامی تصور پر ہے جس پر دستور کی بہت سی دفعات شاہد و ناظر ہیں۔ دستور پر عمل نہ ہونا یا اس بارے میں رولنگ کا اس کی دینی پالیسی ضرور ایک اہم مسئلہ ہے لیکن اس سے دستور کی اسلامی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اصول ہے کہ کوئی شخص کلہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے اور دینی مسلمات میں سے کسی بات سے انکار نہ کرے تو اس کی بے عملی یا بے عملی کی وجہ سے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور وہ قاسق و فاجر کہلانے کے باوجود مسلمان ہی شمار ہوگا۔ اس لیے رولنگ کا اس کی بے عملی یا دہرے پن کی وجہ سے دستور کو غیر اسلامی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس سلسلہ میں دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ دستور اس وقت پاکستان کی وحدت کی اساس ہے، خدا نخواستہ اس دستور کی نفی کر دی جائے تو ملک کو متحد رکھنے کی اور کوئی بنیاد باقی نہیں رہے گی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وحدت و سالمیت کو خدا نخواستہ داغ پر لگانے کا کسی مسلمان کو رسک نہیں لینا چاہیے۔

جبکہ تیسری گزارش ہم یہ کرنا چاہیں گے کہ اس دستور کی تشکیل و تدوین میں ملک کی تمام دینی و سیاسی قوتیں شریک رہی ہیں اور اب بھی وہ اس پر متحد و متفق ہیں۔ یہ دستور جب 1973ء کے دوران ترتیب دیا جا رہا تھا اس وقت اسے مرتب و تدوین کرنے میں دوسرے بہت سے قومی راہ نمائوں کے ساتھ دستور ساز اسمبلی کے ارکان کے طور پر حضرت مولانا عبدالحق آف اکوڑ، جناب حضرت مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، حضرت مولانا غلام غوث بزاروی، حضرت مولانا نعمت اللہ آف کوہاٹ، حضرت مولانا صدر الشہید آف بنوں، حضرت مولانا عبدالحکیم بزاروی اور حضرت مولانا عبدالحق آف کوئٹہ بھی شامل تھے اور ان سب بزرگوں کے اس پر دستخط ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس وقت عسکریت پسندوں کی بہت بڑی اکثریت ان میں سے کسی نہ کسی بزرگ کی بالواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہے، اس لیے انہیں اپنے ان عظیم المرجعہ اساتذہ کے موقف سے انحراف اور ان کی کاوشوں کی نفی کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور البرکت مع اکابر کرم کخیال رکھتے ہوئے دستور پاکستان کی پاسداری کا واضح اعلان کرنا چاہیے۔

ایک مسلمان ریاست میں حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانا جسے فقہی اصطلاح میں ”خروج“ کہتے ہیں، حکمرانوں کی طرف سے ”کفر بواح“ یعنی کھلے کفر کے اعلان کے سوا شرمناک چیز نہیں ہے اور جب تک ہمارا کوئی حکمران گروہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظریاتی شخص اور دستور کی اسلامی بنیادوں سے خدا نخواستہ صراحتاً انکار

نہیں کرتا، اس پر ”کفر بواح“ کا فتویٰ لگا دینا درست نہیں ہے بلکہ اگر ”خروج“ کے جواز کا کسی درجہ میں ماحول دکھائی دیتا ہو تو بھی اس کے قابل عمل ہونے کو فقہائے احناف نے جواز کی شرائط میں شامل کیا ہے، کیونکہ قابل عمل ہونے کے غالب امکان کے بغیر حنفی فقہاء کسی مسلم حکومت کے خلاف خروج کو بعض دوسری شرائط کے پائے جانے کے باوجود شرعاً درست قرار نہیں دیتے۔ جبکہ پاکستان کے معروضی حالات میں اس کا کسی درجہ میں کوئی امکان نہیں ہے کہ کوئی مسلح گروہ ملک کے کسی حصے پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر سکے اور اس میں اپنی مرضی کا نظام نافذ کر لے۔ اس لیے ہم نے نفاذ شریعت کے خواہش مند اور اس کے لیے جدوجہد کرنے والے مسلح عناصر سے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ وہ مسلح جدوجہد کا راستہ ترک کر کے پرامن جدوجہد کا طریق کار اختیار کریں اور اس کے لیے جمہور علماء اُمت کو اتحاد میں لیں۔

ہمارے نزدیک نفاذ اسلام کی جدوجہد کا اصل راستہ وہی ہے جو ہمارے بزرگوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندؒ کی مالائی قید سے واپسی پر ان کی راہ نمائی میں اختیار کیا تھا اور آزادی کی جدوجہد کے لیے پرامن عوامی سیاسی تحریک کے ذریعہ برطانوی استعمار کے خلاف عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کی صبر آزمائش کر کے اسے یہاں سے رخصت ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ تحریک خلافت، جمعیت علماء ہند، مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کی تحریکات اس کی زندہ جاوید تاریخی شہادتیں ہیں اور ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لیے ہم نہ مسلح جدوجہد کے طریق کار کی حمایت کرتے ہیں اور نہ ہی صرف انکیش پر قناعت کرنے کو نفاذ اسلام کی جدوجہد کا درست طریق کار سمجھتے ہیں۔ نفاذ اسلام کے لیے بین الاقوامی اور ملکی اسکیمیشنٹ کے منافقانہ کردار اور دہرے روئے کے خلاف شدید عوامی مزاحمت درکار ہے کیونکہ لاتوں کے جھوٹ باتوں سے نہیں مانا کرتے، البتہ یہ مزاحمت اعلیٰ اور ہتھیار کی بجائے اسٹریٹ پاور، مول موسائی، پرامن عوامی تحریک اور منظم احتجاجی قوت کے ذریعہ ہونی چاہیے۔

قبائلی علاقہ جات کی کا اہم تحریک طالبان سمیت بہت سے دیگر دینی حلقوں کو یہ شکوہ ہے کہ ملک کے جمہور علماء ان کی دینی جدوجہد میں ان کا ساتھ نہیں دے رہے،

جسکہ ہمارا تجربہ اس سے مختلف ہے۔ راقم الحروف کو بھی تحریکی دنیا کا کارکن سمجھا جاتا ہے، درجنوں تحریکوں میں مختلف سطحوں پر متحرک کروادیا کرتے کی سعادت بحمد اللہ تعالیٰ حاصل کر چکا ہوں اور اسے اپنے لیے باعث نجات سمجھتا ہوں۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ دینی جدوجہد جس مرحلہ میں بھی جمہور علمائے کرام اور ان کی علمی و فکری قیادتوں کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاوری سے کسی تحریک کا پروگرام طے کیا گیا ہے، جمہور علماء بلکہ عوام نے بھی کبھی نہیں کیا۔ تحریک ختم نبوت، تحریک اھام مصطفیٰ اور شریعت بل کی تحریکات اس پر شاہد ہیں، البتہ ملک کے کسی بھی دینی طبقہ اور جماعت نے کسی بھی دینی جدوجہد کا پروگرام اگر از خود طے کیا ہے، اس کے اہداف، ترجیحات اور طریق کار کے تعین میں جمہور علماء کی قیادتوں کو اعتماد میں لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور سب کچھ از خود طے کر کے جمہور علماء کو اپنے پیچھے چلنے کی دعوت دی ہے تو اسے بہر حال مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور یہ ایک فطری بات ہے، اس لیے کہ اگر جمہور علماء دینی جدوجہد کے عوام سے ہر آواز کی طرف اپنا شروع کرویں تو ملک کے عوامی دینی ماحول کی رہی سہی اجتماعیت بھی داؤ پر لگ جائے گی جو کسی طور بھی دین اور ملک و قوم کے مفاد میں نہیں ہے۔

ہمیں دین کے لیے کسی بھی حوالہ سے جدوجہد کرنے والوں کے خلوص، قربانیوں اور سعی و محنت سے انکار نہیں ہے، لیکن ملک کے عوامی دینی ماحول کا تعاون حاصل کرنے کے لیے جمہور علمائے کرام بلکہ مختلف مکاتب فکر کی دینی، علمی اور فکری قیادتوں کو جدوجہد کے مقاصد، ترجیحات اور طریق کار کے بارے میں اگر اعتماد میں نہیں لیا جائے گا تو ان سے عدم تعاون کا شکوہ کرنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہوگا۔ (بشکریہ: ماہنامہ اشرفیہ نومبر 2013ء)

تنظیم اسلامی کا بیٹھام خلافت راشدہ کا کلام

ماہنامہ اشرفیہ

شجاع الدین شیخ

ملک گیر آگاہی مہم

امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات

اتحادِ اُمت

نجاتِ اُمت

www.tanzeem.org

اُمتِ مسلمہ کی ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری ہے۔
مسلم ممالک آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور عالمی طاقتوں پر انحصار
کو چھوڑ دیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ محض جذباتی نعروں سے نہیں بلکہ عملی طور
پر قرآن اور صاحب قرآن ﷺ سے بڑ جانے سے ہوگی۔

شجاع الدین شیخ

اُمتِ مسلمہ کی ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری ہے۔ مسلم ممالک آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور عالمی طاقتوں پر انحصار کو چھوڑ دیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ محض جذباتی نعروں سے نہیں بلکہ عملی طور پر قرآن اور صاحب قرآن ﷺ سے بڑ جانے سے ہوگی۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب تک مسلمان قرآن اور اسوۂ رسول ﷺ سے بڑے رہے اس وقت تک دنیا کی قیادت اور امامت اُن کے ہاتھوں میں رہی۔ بد قسمتی سے قرآن و سنت کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کے باعث ہم اجتماعی سطح پر کمزور سے کمزور ہوتے چلے گئے اور بالآخر 3 مارچ 1924ء کا وہ سیاہ دن بھی آیا جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا اور عالم اسلام چھوٹی چھوٹی قومی ریاستوں میں بٹ گیا۔ آج حال یہ ہے کہ 57 مسلم ممالک اور کم و بیش 2 ارب مسلمان کرۂ ارض پر موجود ہیں لیکن فلسطین، کشمیر، میانمار اور دیگر علاقوں میں مظلوم اور مجبور مسلمانوں کی مدد کرنے کی نہ ہمت رکھتے ہیں نہ جرأت۔

دنیا کی محبت اور موت کے خوف نے مسلم ممالک کی قیادتوں کو اس بڑی طرح جکڑ رکھا ہے کہ امریکہ کے ہر حکم کے آگے سرنگوں ہیں۔ پھر یہ کہ بعض عاقبت نا اندیش مسلم ممالک نے مسلمانوں کے بدترین دشمن یہود سے تعلقات استوار کر رکھے ہیں جو عالم اسلام کے لیے ذوب مرنے کا مقام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک اُمتِ مسلمہ آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کر کے ایک اجتماعیت کی شکل اختیار نہیں کرتی اور قرآن کو پھر سے اپنا امام نہیں بناتی، اس وقت تک ذلت و رسوائی سے نجات ممکن نہیں۔ پاکستان سمیت عالم اسلام کے ہر خاص و عام کی اس اہل حقیقت کی طرح توجہ دلانے کے لیے تنظیم اسلامی 31 جولائی 2026ء سے 21 اگست 2026ء کے دوران ”اُمتِ مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات“ کے عنوان سے ایک ملک گیر آگاہی مہم کا انعقاد کر رہی ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ صرف اُس وقت ممکن ہوگی جب ہم غیروں پر انحصار ختم کر کے اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات پر انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر عمل کریں گے۔ اسی میں ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی مضمر ہے۔ ان شاء اللہ! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہفت روزہ ”ندائے خلافت“

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظام خلافت کا نقیب،
 ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیر مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مرتبین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور عزیز و اقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

اسلامی نظام تعلیم میں معروف و معروفہ کے درمیان تعلیمی اور اخلاقی مسائل اور حل کے حوالہ دینا ضروری ہے

تعلیمی ترقی برسرِ اقدار طبقہ کے کسی منصوبے میں سرے سے شامل ہی نہیں:

تعلیمی بحران کے ذمہ دار والدین بھی ہیں جن کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف اولاد کو پیسہ کمانے کی مشین بنانا ہے: ڈاکٹر انوار علی ابرار

والدین کی تمام ذمہ داریاں تعلیمی ادارے پر ہونی چاہئیں اور والدین کی ذمہ داریاں صرف اولاد کی تعلیم پر ہونی چاہئیں

”ہمارا تعلیمی نظام: مسائل اور حل“

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: ذکیم احمد

سب سے پہلے تعلیم کا مقصد واضح کرنا ہوگا، اس کے بعد اگلے مراحل میں سے ایک نصاب کی از سر نو درستی ہے، یونیورسٹی کے نظام کو بہتر بنانا ہے اور پھر اسی تناظر میں پورے نظام تعلیم کو ترتیب دینا ہے۔

سوال: تعلیمی ادارے کی بنیادی ذمہ داری تو تعلیم دینا ہے، ترتیب تو تعلیمی کی ذمہ داری ہے؟

میاں محمد اکرم: بچوں کی تربیت والدین کی بھی ذمہ داری ہے، تعلیمی اداروں کی بھی ذمہ داری ہے اور معاشرے کی بھی ذمہ داری ہے لیکن بڑا کردار تعلیمی اداروں نے ہی کرنا ہوتا ہے۔ میڈیا بھی اس کا ذمہ دار ہے۔ اس وقت کردار سازی ساری کی ساری میڈیا کر رہا ہے مگر وہ کردار سازی سب کو معلوم ہے یعنی بدیہی ہے۔ خاص طور پر سوشل میڈیا نے بچوں کے کردار، اخلاق اور ذہنوں کو بگاڑنے میں بہت منفی کردار ادا کیا ہے۔ پھر یہ کہ سب سے بڑی ذمہ دار ریاست ہے۔ ریاست کی ترجیحات میں اب اچھی تعلیم و تربیت ہے ہی نہیں۔ صوبہ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں تو سرکاری تعلیمی اداروں کی بھی جھکاری کی جارہی ہے۔ یعنی حکومتیں اس ذمہ داری سے سرے سے ہی جان چھڑاتا چلا جاتی ہیں۔

سوال: پنجاب حکومت نے اب تک 3 ہزار سرکاری سکول آؤٹ سورس کر دیے ہیں۔ یہ پالیسی ملک کو کس طرف لے کر جائے گی؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ تعلیمی نصاب میں ایسی کیا تبدیلیاں کی جائیں کہ ہمارے بچے سپانڈر مین اور بیت مین بننے کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، صلاح الدین ایوبی اور محمد بن قاسم جیسا بننا پسند کریں؟

میاں محمد اکرم: بنیادی طور پر نصاب کا مقصد

اساتذہ کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں پیسہ کمانے کی دوڑ میں جس طرح ہر شخص لگا ہوا ہے، اساتذہ بھی اسی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں، وہ اپنا مہذبہ قبول چکے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ اچھے اساتذہ بھی ہیں مگر بہت کم ہیں۔ اس کے بعد والدین ذمہ دار ہیں کیونکہ والدین نے تعلیم کا جو مقصد طے کیا ہوا ہے اور جو اپنے بچوں کی ذہن سازی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ میرا بچہ پیسہ کمانے کی مشین بن جائے۔ انتہا یہ ہے کہ والدین بچوں کو پاس کروانے کے لیے لٹل کروار ہے ہیں۔ رفاہی کروار

مرتب: محمد رفیق چودھری

رہے ہیں، اچھی تعلیم و تربیت ان کا مقصد ہی نہیں ہے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد جلد سے جلد پیسہ کمانے کے لائق ہو جائے۔ پھر ہم سب ایسی جگہ ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم تبدیلی نہیں چاہتے بلکہ جس طرح کی ذہن سازی کی گئی ہے ہم اسی دائرے میں قید ہیں۔ اس بگاڑ کا حل یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم تجدید ایمان کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے جو تعلیم عطا کی ہے، اس میں فوس اللہ کی ذات ہوتی ہے، ایسی تعلیم زندگی کا اہل مقصد بناتی ہے جبکہ ہم نے جس تعلیم کو لازم سمجھ لیا ہے، اس کا مقصد صرف دنیا کا حصول ہے۔ تجدید ایمان ہو گا تو زندگی کا مقصد بھی واضح ہوگا۔ پھر تعلیم کا مقصد بھی مد نظر رہے گا۔ اگر مذہب اور دین کو ایک طرف رکھ کر سوچیں تب بھی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ انسان ایک اچھا شہری بن جائے جو معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کرے، نہ کہ مقصد صرف پیسہ کمانا ہو۔

سوال: ملک کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں گزشتہ چند دہائیوں سے بہت سے نظریاتی اور معاشرتی بحران دیکھنے میں آ رہے ہیں جن میں الحاد، فاشی، بے راہروی اور نشہ آور اشیا کا استعمال عام بات ہے، پھر سوشل میڈیا کی مختلف اہلیں کے بے جا اور غلط استعمال کا بڑھتا ہوا رجحان بھی ہے۔ آپ کا گراچی کے بڑے معروف اداروں میں تدریس کا تجربہ ہے۔ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ یہ سارے معاملات کس طرف جا رہے ہیں، اس بگاڑ کا ذمہ دار کون ہے اور اس سے لگنے کا راستہ کیا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: سب سے پہلے تو اس بگاڑ کا ذمہ دار برسرِ اقدار طبقہ ہے، معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ اس نے خود غرضی کے سارے میڈیا اپنے نام کر لیے ہیں۔ ترجیحات تو بہت دور کی بات ہے ان کے خواب و خیال میں بھی تعلیمی ترقی کا کوئی حصہ نہیں۔ نوجوانوں کا مستقبل، قوم کا مستقبل ان کی کسی بھی پلاننگ میں باقاعدہ شامل نہیں ہے۔ کم و بیش تمام حکومتوں کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ حکومت میں آنے اور اس کو چلانے کے لیے جو اصول و ضوابط طے کیے گئے ہیں، ان میں کہیں بھی تعلیم کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ایک ایسا یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کو اقدار میں آنا ہوتا ہے وہ تعلیم یافتہ لوگوں کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی نہیں چاہتے کہ تعلیم اس قوم میں عام ہو جائے اور ہر شخص تعلیم سے بہرہ مند ہو کر با شعور ہو جائے۔ اس کے بعد انتظامیہ بھی ذمہ دار ہے، ہر ادارے میں نااہلی شدت کے ساتھ موجود ہے۔ یہی نااہلی تعلیمی اداروں میں بھی پائی ہوئی ہے جس کا شفاخانہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔ تیسرے نمبر پر ذمہ دار اساتذہ ہیں۔ کسی بھی معاشرے کی تشکیل میں

عمر میں وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ مدرسہ یا سکول میں جا کر سیکھ سکے۔ ہمارے ہاں تین سال کے بچے کو بھی سکول میں بھرتی کر دیا جاتا ہے جو کہ غلط طریقہ عمل ہے۔ بہترین یہ ہے کہ 5 سال تک آپ بچے کو گھر میں ہی بنیادی اسلامی عقائد و اطوار سکھائیں۔ ایمان داری، سچائی، احترام اور اوپ کی باتیں سکھائیں، نماز پڑھنا، دعا مانگنا، ذکر و اذکار کرنا سکھائیں۔ آج کے مغربی ممالک میں بھی 5 سال تک گھر میں بنیادی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ ہم نے تعلیم یہ کیا کہ 3 سال کے بچے کو سکول میں ڈال دیا اور پھر 5 سال کی عمر تک اس کے قدم کالج سے بھی کتابوں کا بوجھ گنا کر دیا کہ وہ اس کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہوتا ہے۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا قانون بنائے کہ 5 سال سے کم عمر بچوں کو سکول بھیجنے پر پابندی ہو۔ والدین اور اساتذہ بچے کے لیے رول ماڈل ہوتے ہیں، وہ جتنے اچھے ہوں گے اتنا ہی بچے کے ذہن اور کردار پر اچھا اثر پڑے گا، اس کے بعد معاشرہ اگر برا ہوگا تو بچے میں بھی برائی آئے گی۔ آخر میں میڈیا کا کردار سب سے اہم ہے مگر آج ہم جانتے ہیں کہ میڈیا کس قدر بچوں کو بگاڑ رہا ہے۔ خاص طور پر گھر میں ٹی وی پر بچے ڈرامے دیکھتے ہیں اور ان ڈراموں میں جب بے شرعی اور بے حیائی عام ہوتی ہے، محبت کے نام پر غیر محرموں کے ساتھ تعلق، کزنز کا آپس میں غیر شرعی تعلق اور یہ سب چیزیں دیکھ کر بچے کا کردار بھی منفی سائے میں ڈھل جاتا ہے۔ سوشل میڈیا تو اس سے بھی آگے نکل کر بچوں کے کردار اور نفسیات کو بگاڑ رہا ہے۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان سب چیزوں کو درست کرے۔ ہمارے دینی حلقوں، مذہبی اور دینی جماعتوں کو بھی خاص طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہیے اور اس حوالے سے عوام میں شعور پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر انوار علی: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ماں کی گود سے گور تک علم حاصل کرو۔ یہی سب سے بڑا اشارہ ہے کہ کسی بھی بچے کے لیے پہلا انشینیوٹ اس کی ماں کی گود ہے جس کو ہم نے چھین لیا ہے۔ تہذیبی جنگ نے ہمارے بچوں سے ان کی مائیں چھین لی ہیں، اب سکولوں میں تنہا دار تریز ہوتی ہیں، جس طرح سرکس کے جانوروں کو اچھلنا کودنا سکھایا جاتا ہے، یہی کچھ وہ

سکھا رہی ہوتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں جو ماں کا کردار تھا اس کو ہمیں واپس لانا پڑے گا۔

سوال: دنیا کے کامیاب تعلیمی ماڈلز میں سے ہم کیا سیکھ سکتے ہیں اور ہمارے یہاں خرابی نصاب میں سے کیا نظام میں ہے، تدریس میں سے یا نیت اور ارادے میں سے؟

رضاء الحق: کسی نہ کسی درجہ میں خرابی ان سب میں ہے لیکن ہم یہ دیکھیں کہ ہمارا دین ہمیں کیا رہنمائی دیتا ہے۔ ہمارا دین ایک مکمل نظام حیات ہے اور ہر شعبے کے متعلق رہنمائی دیتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے:

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو چٹک دو تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (البقرہ: 208)

اگر ہم مکمل دین کو اختیار نہیں کریں گے تو پھر شیطان کے نقش قدم پر چلیں گے۔ اسلامی نظام تعلیم کو ہم نے چھوڑا تو پھر خرابیاں ہی خرابیاں پیدا ہو گئیں، غریب کے لیے تعلیم، نصاب اور نظام الگ ہے، امیروں کے لیے الگ ہے۔ حالانکہ دنیا کے ہر ملک میں تعلیم سب کے لیے ایک جیسی اور برابر ہوتی ہے، سیاسی اور معاشی نظام سب کے لیے یکساں ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ریاست کے لیے ملک کے جس حصے میں جس طرح کا چاہو معاشی نظام قائم کرلو، جس طرح کا چاہو سیاسی نظام قائم کرلو، چاہو تو خلافت قائم کرلو، چاہو تو بادشاہت قائم کرلو۔ بلکہ ریاست ہر جگہ ملک میں ایک جیسے نظام کا تقاضا کرتی ہے تو پھر تعلیم کے معاملے میں ہمارے ہاں الگ الگ نظام اور معیارات کیوں ہیں؟ یہ خرابی اسلامی نظام کو چھوڑنے کی وجہ سے آئی ہے اور ایک خرابی سے پھر کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کو آج ہم بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح معاشی، معاشرتی اور سیاسی سطح پر جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ بھی اسی غلطی کا نتیجہ ہیں کہ ہم نے مغرب کے نظام کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ حالانکہ یہ نظام ہمارے لیے مفید ہوتی نہیں سکتا۔ ہمیشہ مسلمان ہمارا دین ہم سے ایمان و حیا کا تقاضا کرتا ہے، حلال اور حرام کے درمیان فرق کا تقاضا کرتا ہے، آخرت کی جوابدہی کا احساس دلاتا ہے جبکہ مغربی نظام میں یہ سب چیزیں نہیں ہیں۔ وہاں ایمان کی بجائے الحاد ہے اور حیا کی بجائے بے حیائی اور بے راہروی ہے اور اسی وجہ سے آج ہمارے تعلیمی ادارے ان برائیوں کا

گڑھ بن چکے ہیں۔ اسی طرح ہمارا دین عورت اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ڈالتا ہے تاکہ عورت کو کمانے کے لیے گھر سے باہر نہ جانا پڑے۔ اگر اس فطری قانون پر عمل ہو تو رونا اور عورت کے استحصال کے بہت سے راستے خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ بھی یہی حکم دیتا ہے: ﴿لَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ﴾ (نہی اسرائیل: 32)

”زنا کے قریب بھی مت جاؤ“

بہر حال اسلام کا جو سوشیو پالیٹیکل اسکاٹک سسٹم ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے فطری قوانین عطا کرتا ہے کہ ہر سطح پر برائی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مغربی نظام میں یہ خاصیت نہیں ہے۔

میاں محمد اکرم: ہمارے ہاں جو نظام تعلیم رائج ہے اس میں صرف یہ ہے کہ استاد پڑھا رہا، طالب علم سن رہا ہے، اس کے بعد نوٹس ہیں، رفا ہے اور پچھلے 10 سال کے پپیڑ میں سے ہی پیپر تیار ہوتا ہے۔ وہی چند مخصوص سوالات پر رٹا لگا کر طالب علم صرف پاس ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں تعلیمی معیار کے لحاظ سے جو سرگرم ترین ممالک ہیں (فن لینڈ، سنگاپور، جاپان) ان میں رفا سسٹم نہیں ہے، وہاں ہر ہوم ورک کا تصور بھی نہیں ہے، کتابوں کا انبار بھی اتنا نہیں ہوتا کہ طالب علم ان کو انحصاری نہ کر سکے۔ اس کے برعکس وہاں بچے کو تحقیق کرنے، سوالات اٹھانے، ہر چیز کے منفی اور مثبت پہلو پر غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ بچہ خود ذہن کا استعمال کرے، غور و فکر کرے اور نتائج اخذ کرے۔ اس طرح بچے کے اندر سوچ اور فکر پیدا ہوتی ہے، وہ تحقیق کرتا ہے اور دنیا میں آگے بڑھتا ہے، دنیا میں جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے انہوں نے اسی طریقے سے کی ہے۔ رٹا لگانے سے بچہ پاس تو ہو جائے گا مگر تحقیق و تدبر میں خالی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں 90 فیصد ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ وہ 23 ممالک کر رہے ہیں جو سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ دنیا کی 84 فیصد تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم کو انڈسٹری سے جوڑ دیا ہے۔ انڈسٹری انوسٹمنٹ کرتی ہے، نوجوان ریسرچ کرتے ہیں، نئی سے نئی چیزیں ایجاد کر رہے ہوتے ہیں، دنیا خریدتی ہے، ان کی معیشت بڑھتی ہے، نوجوانوں کے اندر جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور انڈسٹری بھی ترقی کرتی ہے۔ ہمارے لیے

کردار سازی اور معاشرتی اقدار کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے ساتھ چلنے کے لیے ان چیزوں کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک حکم دیتا ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال: 60) "اور تیار رکھو ان کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت۔"

قوت صرف اسلحہ سے نہیں آئے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نیک نالوثی میں بھی ترقی کرنا ہوگی۔ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ میں آگے بڑھنا ہوگا۔

سوال: ہم اپنے نصاب تعلیم میں کیا تبدیلیاں لائیں کہ ہمارا طالب علم واقعتاً کچھ سیکھ سکے اور دنیا میں پاکستان کا نام روشن کر سکے؟

ڈاکٹر انوار علی: اس وقت ہمارا نوجوان بڑے شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے اور اس ذہنی دباؤ کی وجہ یہ ہے کہ والدین نے بچوں کو صرف ایک ہدف دیا ہوا ہے کہ پڑھ لکھ کر زیادہ سے زیادہ پیسہ کمائے۔ جبکہ دوسری طرف ہمارا نظام تعلیم رے نسیم والا ہے، ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ والا تو ہے نہیں کہ بچے پریکٹیکل کچھ سیکھ کر آگے بڑھیں، ایجادات کریں اور معاشی ترقی کا ذریعہ بنیں۔ جبکہ ہمارا نوجوان رے نسیم سے پاس تو ہو جاتا ہے مگر عملی طور پر کچھ نہیں کر پاتا تو پھر مایوسی اور ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہذا سب سے پہلے تعلیم کا مقصد واضح ہونا چاہیے۔ اس کے بعد نصاب میں بڑے پیمانے پر تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ چین نے پچھلے دنوں 12 ہزار آن گونگ پروگرامز ختم کر دیے اور 10 ہزار نئے پروگرامز شروع کیے۔ انہوں نے اپنی ضروریات اور مارکیٹ کو دیکھا اور اس کے مطابق فوری تبدیلی کر دی۔ ہم اتنے غلام ابن غلام ہیں کہ سالہا سال سے مغرب کا دیا ہوا نظام لے کر چل رہے ہیں۔ ریسرچ کے معاملے میں بھی ہم نے مغرب پر مکمل انحصار کیا ہوا ہے اور اپنی انڈسٹری بھی بند کر دی ہے۔ جو بھی ٹیکنالوجی، مصنوعات، ادویات، آئیڈیاز وہاں سے آتے ہیں ہم ان کو اپنانے پر مجبور ہیں۔ زراعت میں ترقی کے لیے بھی ہم مغرب کے محتاج ہیں، ہماری یونیورسٹیوں نے ماہرین پیدا کرنے بند کر دیے۔ ان تمام شعبوں میں ہمیں اپنی ضروریات کے مطابق خود ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر ہمارا نصاب بھی

وہی 50 سال پہلے والا ہے، وہی چیزیں اب بھی پڑھائی جارہی ہیں، جب رائیگاں کر ہمارا نوجوان پاس ہو جاتا ہے لیکن عملی میدان میں اترتے آئے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ 50 سال چھپے ہے تو ذہنی دباؤ اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر جب ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان دیکھتا ہے کہ اتنی محنت کرنے اور پڑھنے کے باوجود میں کچھ نہیں کر پا رہا جبکہ ایک ان پڑھ اور کم پڑھ لکھا ملک نا کر، یونیورسٹی کھلاڑی اربوں میں کما رہا ہے تو اس کا تعلیم اور سنجیدگی پر سے اعتماد ویسے ہی اٹھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آج ہمارے ہاں رول ماڈلز اور سٹارز اعلیٰ تعلیم یافتہ، علماء،

فضلاء، حکماء، پروفیسرز، محققین اور مصنفین نہیں بلکہ جاہل اور مسخرے تک نا کر، یونیورسٹی اور کار یا کھلاڑی بن گئے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سٹارز اپنے صحابہ کرام علیہم السلام کو کہا تھا۔ لہذا ہمیں اپنے نصاب کو بدلنے کے ساتھ ساتھ سوچ اور پالیسی میں بھی تبدیلی لانی ہوگی، رے نسیم کو ختم کر کے ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کی حوصلہ افزائی کرنا ہوگی، اساتذہ، پروفیسرز، محققین اور سائنسدانوں کو عزت اور احترام دینا ہوگا، انہیں سہولیات فراہم کرنا ہوں گی۔ حکومت اور ریاست کو بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا ہوں گی اور تعلیمی اداروں کو بھی اپنا معیار بہتر بنانا ہوگا۔

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حکم قرآنی کا ترجمان

حکمت قرآن

ماہی

تازہ شمارہ
جولائی تا ستمبر 2026

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین — ڈاکٹر اسرار احمد

اس شمارے میں

- ☆ مسلمانوں کے کلاسیکی علوم کی اہمیت — ڈاکٹر البصائر احمد
- ☆ مِلَالُ التَّوْوِيل (۴۵) — ابو جعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
- ☆ مکالمے کا واہمہ — ڈاکٹر محمد رشید ارشد
- ☆ تعلیم کے اولین اصول (۳) — ڈاکٹر محمد رفیع الدین
- ☆ مبادی علم کلام (۵) — سعید عبداللطیف فودہ/مکرم محمود
- ☆ مباحث عقیدہ (۲۷) — مؤمن محمود

افادات حافظ احمد یار علیہ السلام "ترجمہ قرآن مجید مع صرفی نحوی تشریح"
(ذکر محترم ڈاکٹر اسرار احمد علیہ السلام کا دورہ ترجمہ قرآن بزبان انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 112 ☆ قیمت فی شمارہ: 150 روپے ☆ سالانہ زرعانون: 600 روپے

36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 042-35868501-3

مکتبہ خدام القرآن لاہور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمتیں کیوں ملیں؟

قاری احمد صدیقی

اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ وہ ایمان میں سب سے آگے تھے، محبت رسول ﷺ میں بے مثال تھے، اطاعت میں کامل تھے، اخلاص میں یکساں تھے قربانی میں بے نظیر تھے، صبر و استقامت میں پہاڑ تھے، عبادت میں نمونہ تھے، اور دین کی حفاظت و اشاعت میں اپنی جانیں کھپا دینے والے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعارف

لفظ ”صحابی“ عربی زبان کے لفظ ”صحبت“ سے مشتق ہے جس کے معنی ساتھ رہنے، ہم نشینی اور رفاقت کے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے صحابی برآس شخص کو کہا جاسکتا ہے جس نے کسی دوسرے کے ساتھ تھوڑی یا زیادہ دیر رفاقت حاصل کی چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

اصطلاحی تعریف

امام ابن حجر مستقانی رحمہ اللہ ”الإصابة في تمييز الصحابة“ میں سب سے زیادہ جامع اور رائج تعریف بیان کرتے ہیں:

”الصحابي من لقي النبي صلى الله عليه وسلم مؤمناً به ومات على الإسلام“

یعنی: صحابی وہ شخص ہے جو نبی کریم ﷺ سے اس حال میں ملا کہ آپ پر ایمان لایا ہو، اور اسلام ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو۔

اس تعریف میں وہ تمام صحابہ شامل ہیں جنہوں نے تھوڑی یا زیادہ مدت صحبت پائی، روایت کی ہو یا نہ کی ہو، غزوات میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، بشرطیکہ ایمان پر وفات پائی ہو۔

صحابہ کرام کا مقام قرآن و سنت کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام کسی مؤرخ یا عالم نے متعین نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾

انسانی تاریخ میں بے شمار قومیں آئیں، عظیم سلطنتیں قائم ہوئیں، نامور بادشاہ، فلسفی، جرنیل اور مصلح پیدا ہوئے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کسی جماعت کو اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رفاقت کے لیے منتخب فرمایا، ان کی تعریف اپنی آخری کتاب میں نازل فرمائی، ان سے اپنی رضا کا اعلان کیا، ان کے ایمان کی گواہی دی، ان کے لیے جنت کی بشارت سنائی، اور قیامت تک آنے والی امت کو ان کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک جماعت ہے۔

یہ وہ مقدس نفوس ہیں جن کی آنکھوں نے جمال مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کیا، جن کے کانوں نے وحی الہی کو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا، جن کے دل نور ایمان سے منور ہوئے، جن کے ہاتھوں نے اسلام کا پرچم بلند کیا، اور جن کے کندھوں پر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی امت تک دین پہنچانے کی فہم داری رکھی۔

آج ہمارے ہاتھوں میں اگر قرآن مجید ہے، ہماری زبانوں پر کلمہ توحید ہے، ہماری مساجد میں اذان کی صدا کہیں گونج رہی ہیں، اور ہمیں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور سنت رسول ﷺ کاظم حاصل ہے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے بعد انہی پاکیزہ نفوس کی عظیم قربانیوں، اخلاص اور امانت داری کا ثمرہ ہے۔

یہ سوال نہایت اہم ہے کہ آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ عظمت کیوں ملی جو کسی اور امت کو نصیب نہ ہوئی؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے؟ یا صرف اس لیے کہ انہیں آپ ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی؟

نہیں! صحبت یقیناً سب سے بڑی سعادت تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف صحبت کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان اوصاف کی وجہ سے عظمت عطا فرمائی جنہیں انہوں نے

مِنَ الْمُهِجْرَيْنِ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَكْبَرُ ﴿100﴾ ”مہاجرین و انصار میں سے سبقت لے جانے والے اور جو اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کریں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔“

یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی گواہی دی

ارشاد ربانی ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (سورۃ الفتح: 18) ”یقیناً اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔“ پھر فرمایا: ﴿فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾ ”اللہ نے ان کے دلوں کا اخلاص جان لیا۔“

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے باطن کی پاکیزگی کی گواہی ہے۔

صحابہ کے اوصاف خود قرآن نے بیان کیے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَهَنَاءُ بَيْنَهُمْ تَوَلَّاهُمْ وَرُكَّعًا مُسْتَقِيمًا﴾ (سورۃ الفتح: 29) ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت بھاری اور آپس میں بہت رحم دل ہیں اتم و یکسو گے انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے وہ (بران) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔“

اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پانچ عظیم اوصاف بیان ہوئے: (1) کفار کے مقابلے میں مضبوط۔ (2) آپس میں رحم دل۔ (3) عبادت گزار۔ (4) اخلاص والے۔ (5) اللہ کی رضا کے طالب۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہترین امت قرار دیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرُ النَّاسِ قُرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ))

”میرے دور کے لوگ، پھر میرے بعد کے لوگ، پھر میرے بعد کے لوگ“

"سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے۔" (متفق علیہ)

صحابی کی محبت اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا حصہ ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام جبریلؑ سے محبت کی جائے، ان کا احترام کیا جائے، ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے، اور ان کے باہمی اختلافات میں زبان کو محفوظ رکھا جائے۔

اس عقیدے کی بنیاد قرآن کریم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ (سورہ بقرہ: 10) "اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان میں ہم سے پہلے گزر چکے، اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ۔"

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام جبریلؑ سے محبت رکھتے ہیں، کسی کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور کسی صحابی سے برکت اختیار نہیں کرتے۔"

(العقیدۃ الطحاویۃ)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کا ذکر کیا جائے اور ان کی اغزشوں پر زبان بند رکھی جائے۔"

(أصول السنة للإمام أحمد)

اسی طرح امام ابو زہرہؒ راضی فرماتے ہیں: "جب تم کسی شخص کو صحابہ کرام جبریلؑ میں سے کسی کی تعظیم کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ گمراہ ہے؛ کیونکہ وہ دراصل دین کے اصل ناقصین کو مجروح کرنا چاہتا ہے۔"

(خطیب بغدادی، الکفاۃ فی علم الروایۃ: 97)

جس جماعت سے اللہ راضی ہو، جس کی تعریف قرآن کرے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "خیر القرون" قرار دیں، اور جس کے ذریعے ہمیں قرآن و سنت ملے، اس جماعت سے محبت صرف ایک تاریخی یا جذباتی مسئلہ نہیں، بلکہ ایمان، شریعت اور اہل سنت کے عقیدے کا تقاضا ہے۔

اسی بنیاد پر اب ہم یہ جانیں گے کہ آخر وہ کون سے اوصاف تھے جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام جبریلؑ کو یہ عظیم مرتبہ عطا فرمایا؟

صحابہ کرام جبریلؑ کو عظیم ترین کیوں ملیں

اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت

کے لیے منتخب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کا انتخاب خود فرمایا، اور اسی طرح انبیاء کے ساتھیوں کا انتخاب بھی اپنی حکمت سے کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اللَّهُ أَغْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الانعام: 124) "اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں دیکھا، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل سب سے افضل پایا، پھر آپؐ کے بعد بندوں کے دلوں میں دیکھا تو صحابہ کرام جبریلؑ کے دل سب سے بہتر پائے، لہذا انہیں اپنے نبی کے وزیر اور دین کے مددگار بنایا۔" (مسند احمد)

اس اثر کو امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے قابل حجت قرار دیا ہے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ جس جماعت کو اللہ چن لے، پھر اس کے بارے میں ہمارا معیار اپنی رائے نہیں بلکہ اللہ کا فیصلہ ہوگا۔

انہوں نے ایمان اُس وقت قبول کیا جب ایمان امان جان پہنچانے پر رخصت کے مترادف تھا۔

آج مسلمان گھر میں پیدا ہونا آسان ہے، لیکن مکہ کے ابتدائی دور میں مسلمان ہونا گویا پورے عرب کی دشمنی مول لینا تھا۔

حضرت بلالؓ کو بتیق ریت پر لٹایا گیا، سینے پر پتھر رکھا گیا، مگر زبان پر ایک ہی کلمہ تھا: "أحد، أحد"

حضرت خبابؓ کی پیٹھ کو دیکھتے انگاروں پر جلایا گیا۔

حضرت سمیہؓ نے اسلام پر جان دے دی اور اسلام کی پہلی شہیدہ بنیں۔

یہ وہ ایمان تھا جو راحت میں نہیں، آزمائش میں ثابت ہوا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِمْ﴾ (الاحزاب: 23) "مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد سچا کر رکھا۔"

انہوں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔

ہجرت صرف شہر بدلنے کا نام نہیں تھا، بلکہ پوری زندگی بدل دینے کا نام تھا۔

سیدنا مصیبؓ روی جہیز جب ہجرت کے لیے نکلے تو کوفار نے راستہ روک لیا۔

انہوں نے فرمایا: "مگر میں اپنا سارا مال تمہیں دے دوں تو مجھے جانے دو؟"

انہوں نے کہا: ہاں۔

مصیبؓ نے سارا مال چھوڑ دیا اور مدینہ روانہ ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: (ربیع البیض آیا یحییٰ) "اے ابویحییٰ! تمہارا سودا کامیاب ہو گیا۔" (مسند رک حاکم)

صحابہ کرام جبریلؑ کو عظمت اس لیے ملی کہ ان کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تھی۔

دنیا میں محبت کے بڑے بڑے دعوے کیے جاتے ہیں، مگر صحابہ کرام جبریلؑ کی محبت محض جذباتی نہیں تھی، بلکہ اطاعت برقی اور جان نثاری کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا بِالنُّبِيِّينَ﴾

﴿وَمِنَ أَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب: 6) "نبی مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔"

صحابہ کرام جبریلؑ نے اس آیت کو صرف پڑھا نہیں، بلکہ اپنی زندگی میں نافذ کیا۔

حضرت زید بن دحرجؓ کو جب مشرکین شہید کرنے کے لیے حرم سے باہر لائے تو ابوسفلیان (اسلام لانے سے پہلے) نے پوچھا: "کیا تم پسند کرو گے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری جگہ ہوں اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہو؟"

حضرت زیدؓ نے جواب دیا: "اللہ کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں۔"

ابوسفلیان نے کہا: "میں نے دنیا میں کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان سے کرتے ہیں۔" (السورۃ النبویۃ (بن ہشام 169/3)

فردہ أحد میں جب دشمن کا حملہ شدید ہوا تو حضرت طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بن گئے۔ تیرا اپنے جسم پر لیتے رہے، یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شدید زخمی ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أوجب طلحة)) "طلحہؓ نے (اپنے لیے) جنت واجب کر لی۔" (سنن الترمذی)

جس دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے بڑھ کر ہوگی، اللہ تعالیٰ اُسے دارین کی عزت عطا فرمائے گا۔

صحابہ کرام جبریلؑ کی کامل اطاعت اور "سمعوناً وأطعنا"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیاز یہ تھا کہ وہ حکم سن کر بحث نہیں کرتے تھے، بلکہ فوراً عمل کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (انور) ”حقیقی مومنین کو تو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کریں تو ان کا قول بس یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا! اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔“

جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو مدینہ میں اعلان ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”لوگ شراب پی رہے تھے، اچانک ایک منادی نے حرمت کا اعلان کیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً برتن الٹ دیے، شراب بہا دی گئی، یہاں تک کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔“ (متفق علیہ) کسی نے یہ نہیں کیا:

(1) پہلے مرحلہ وار چھوڑتے ہیں۔ (2) پہلے موجود شراب ختم کر لیتے ہیں۔ (3) پہلے نقصان کا حساب کر لیتے ہیں۔ بلکہ صرف ایک جواب تھا: ”سمعنا وأطعنا۔“

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے اپنی خواہش، عقل اور رائے کو تابع کرنا ہی کامیابی کا راستہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمت اس لیے ملی کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف زبان سے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اپنے مال، جان، وقت، وطن اور خاندان سب کچھ اللہ کے لیے قربان کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً﴾ (احشر: 8) ”یہ مال ان مہاجرین کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے۔ وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔“

اور انصار کے بارے میں فرمایا: ﴿وَيُؤَيَّدُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (احشر: 9) ”وہ اپنی ضرورت کے باوجود

دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔“

غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کی ترغیب دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”اپنے گھروالوں کے لیے کیا چھوڑا؟“

عرض کیا: ”اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔“ (سنن ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے سوچا آج ابو بکر سے آگے بڑھ جاؤں گا، مگر وہ پھر بھی مجھ سے آگے نکل گئے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا راز صرف ایمان نہیں، بلکہ اللہ کی رضا کے لیے ہر چیز قربان کرنے کا جذبہ تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمت اس لیے ملی کہ ان کا اخلاص بے مثال تھا

معزز مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل کی قدر اس کی ظاہری مقدار سے نہیں، بلکہ نیت اور اخلاص سے ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف یہی تھا کہ وہ ہر عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا أَمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ

فَعَلِصْنُوا لَهُ الدِّينَ﴾ (البیہ: 5) ”انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ خالص اللہ کی عبادت کریں۔“

مہاجرین کے بارے میں فرمایا: ﴿يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً﴾ (احشر: 8) ”وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔“

جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (آل عمران: 92) ”تم ہرگز نہیں پہنچ سکتے نیکی کے مقام کو جب تک کہ خرچ نہ کرو اس میں سے جو تمہیں پسند ہے۔“

تو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ فوراً حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! میرا سب سے محبوب مال میرا عہد کا باغ ہے،

میں اسے اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نَحْنُ ذُلِكَ قَالَ رَاحِلٌ)) ”وہ ابیہ بڑا نفع بخش مال ہے۔“ (متفق علیہ)

آج ہم نیکی بھی کرتے ہیں تو تعریف چاہتے ہیں، تصویر چاہتے ہیں، شہرت چاہتے ہیں؛ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ایک چیز چاہتے تھے: اللہ کی رضا۔ یہی اخلاص ان کی عظمت کا راز تھا۔ (جاری ہے)



دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، نیولتان کے ملتزم رفیق محترم مشتاق حسین کو میزگی سے گرنے کی وجہ سے ریڑھ کی ہڈی پر چوٹیں آئی ہیں۔ برائے بیمار پری: 0300-7326153

☆ حلقہ پنجاب جنوبی ممتاز آباد کے مسند رفیق محترم ذاکر محمد پونس چھ روڈ ایکسپریس میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ برائے بیمار پری: 0300-6338311

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر 1 کے ناظم دعوت محترم سید محمد احمد کی عیشہ کی طبیعت نا ساز ہے۔ برائے بیمار پری: 0333-2207003

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان غربی کے رفیق محترم حسین احمد کی روڈ ایکسپریس میں ناگہان فریکچر ہو گئی ہے۔ برائے بیمار پری: 0303-4703344

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے منفرد رفیق محترم سعید اعظم عاصم کا بچے کا آپریشن ہوا ہے۔ برائے بیمار پری: 0306-1829664

اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفا کے کاملہ عاجلہ مسترود عطا فرمائے۔ قارئین اور رقما و احباب سے بھی بیماروں کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اللَّهُمَّ أَصْحَابَ النَّاسِ رَبِّ النَّاسِ وَاشْفِ أَهْلَ الشَّامِ لَا شِفَاءَ إِلَّا بِشِفَاؤِكَ شِفَاءً لَا يَغَادِرُ سَقَمًا

جھوٹ و فریب کے بین الاقوامی فنکار

عامرہ احسان

amira.pk@gmail.com

مقبوضہ جموں و کشمیر، بھارت کے غیر قانونی فوجی قبضے سے 27 اکتوبر 1947ء سے سبک رہا ہے۔ اس کی تاریخ میں 5 اگست 2019ء شدید ترین استحصال کا ایک مزید چرک ثابت ہوا۔ بھارتی حکومت نے بیک قلم جموں و کشمیر کو (نیم) خود مختارانہ حیثیت دینے والے آئین کے آرٹیکل 370 اور 35-اے ختم کر دیے۔ دو حصوں، لداخ اور جموں و کشمیر میں منظم کر دیا۔ اس سے انہیں اپنے آئین، جھنڈے کی علیحدہ شناخت سے بھی محروم کر دیا گیا۔ غیر رہائشیوں کو ان کی زمین خریدنے کی اجازت دے کر کشمیری آبادی کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کا یہ موثر اقدام کر ڈالا۔ ہزار ہا مزید بھارتی فوج لا کر کم و بیش 8 لاکھ ملٹری اور جی ایل ٹی کے جموں و کشمیر کو ایک نیل میں بدل ڈالا۔ اسرائیل اور بھارت کی غزوہ کشمیر پر تسلط اور ظلم و جبر کی داستان یکساں ہے۔ جسے دنیا میں امریکی سرپرستی میں نسل کشی (Genocide) دنیا بھر قرار دیا جا رہا ہے۔ عین یہی سب بھارتی سرپرستی میں مقبوضہ کشمیر میں اب 80 سال ہونے کو ہیں، جاری و ساری ہے۔ عالمی سطح پر صرف چندوں مختص ہیں جس پر ہم، پاکستان میں (جس کی شبہ رنگ بانی پاکستان نے کشمیر کو قرار دیا تھا) بیانات جاری کرتے، اقرار کرتے دینا سے اس ظلم پر احتجاج کرتے ہیں، جس کا نوٹس کم ہی لیا جاتا ہے۔ ابھی تک یہ بین الاقوامی سطح پر غزوہ کی ہی توجہ سے محروم ہے۔ فلسطینی دنیا کے ہر گوشے میں نہایت متحرک ہیں۔ (کشمیری اتنی آواز نہیں اٹھاتے۔) بھارت کے ہندو تو اقوام کی حامل مودی حکومت نے یہ دونوں آرٹیکل ختم کیے، جنہیں جو اہل مذہب نے 1950ء میں گارنٹی کیا تھا۔ ان کی بنا پر مقبوضہ کشمیر کو لوگ سمجھا ہیں چار ستیج حاصل تھیں۔ خود مختارانہ حیثیت تھی اور مرکز صرف دفاع، خارجہ امور اور مواصلات کا ذمہ دار تھا۔ مودی کے اس اقدام نے وادی کشمیر کو سرکاری دبشت گردی کے ایک گڑھے میں لایا۔

غلامانہ پیلٹ گمن کے استعمال سے نو جوانوں کو تاجنا (جزوی رکلی) کرنے کی مہم۔ نیز لوگ سبھا کو بتایا گیا کہ چند سالوں میں 10 ہزار خواتین بچیوں کی عصمت دری ہوئی۔ گھروں، بازاروں میں لوٹ مار، لاک ڈاؤن سے زندگی معطل، کاروبار ٹھپ ہون، نیت سروں کی رسائی ختم رہی ابتدائی سالوں میں مزاحمت کی آواز دبانے کو۔ تاہم ہم لے کر رہیں گے آزادی کے نعرے دبانے نہ جاسکے۔ اقدام کے پہلے ایک ماہ میں تمام تر قیامتوں سے گزر کر ابھی 722 مظاہرے ریکارڈ پر ہیں۔ ٹرپ کی نظریں جس طرح غزوہ کے ساحل پر سیاحتی تفریح گاہ (Riviera) بنانے پر توجہ تھیں، عین اسی طرح جنت نظیر کشمیر پر قبضے کی دھن مودی پر سوار تھی۔

وادی کے حالات مخصوص قومی یادگار مواقع پر مزید شدت اختیار کر جاتے ہیں۔ چوری اور سینہ زوری کے تحت 'معمر الحق' کے مختصر ہنگامے کو رائے کامیڈیاں ان پر بھاری گزرتا ہے۔ بھارت آزادی کشمیر کو مقبوضہ کہہ کر دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ پاکستان کے لیے شدید جارحانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔

اصلاً مسئلہ کشمیر کا حل 1947ء میں برصغیر کی غیر متوازن، نا انصافی پر مبنی تقسیم کی بنا پر برطانیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کشمیر پر بھارت کے ناجائز تسلط کو اقوام متحدہ کی قراردادوں میں کشمیری آبادی کے خشاء کے مطابق بذریعہ استعصوب، حل کرنا قرار پایا تھا۔ جسے مغربی طاقتوں نے قصداً نظر انداز کیے رکھا۔ تکمیل پاکستان اور جوری رہی۔ عرب دنیا نے بھارت سے تجارت، مضبوط معاشی تعلقات کی بنا پر مسلم اخوت کے تقاضے چورے نہ کیے۔ او آئی سی کی دہائی قرار دوں تک کشمیری بھائیوں کا حق محدود رہا۔ مساجد منقل، جتنے پر پابندی، قرآن نذر آتش ہوتے رہے۔ مسلم سفارت خانے چپ سادھے رہے۔ 5 اگست کے تناظر میں آزادی کشمیر میں قوام کی سطح پر جائز شہری مسائل اور جائز مطالبات کی بنیاد پر جو غیر سیاسی تحریک اٹھی تھی، اس کی موجودہ صورت حال نہایت افسوسناک

اور پریشان کن ہے۔ چند غیر ذمے دارانہ جملے، جائز مطالبات میں بارودی چنگاریاں بھج کر دشمن عن سرگو، افواہ سازوں کو بڑی آگ بجھانے کا موقع فراہم کر دیتے ہیں۔ بھارت کی 8 لاکھ فوج کے پولوں تلے سکتے ہمارے ہی بھائیوں کی عقیم تر جد و جہد کو نقصان پہنچتا ہے۔ پاکستان اور کشمیری آبادی سرحد کے آ پار، کا دشمن ایک ہے۔ وہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا، مطلوبہ عناصر و صورت نکالتا ہے۔ مشرقی پاکستان کے سبھی اسباق سامنے ہیں۔ وہاں پاکستان کے خلاف ذہنیات پر اپنی نگاہ کرنے والوں کی موجودہ نسل نے نتائج بھگت کرنا عظیم اور اقبال کو بہت یاد کیا، خراج تحسین پیش کرتے رہے اگر گروہ نہ ہوتے تو مشرقی بنگال آزاد نہ ہوتا اور ہم ہندو تو کا تر نوالہ ہوتے۔

جو شکایات آزاد کشمیر کے عوام الناس کو تھیں، موبنگی، بے روزگاری، ضروریات زندگی کی عدم دستیابی، یو۔ پی۔ آر پاکستان اسی سے گزر رہا ہے۔ سبھی حکومتیں آزما دیکھی گئیں۔ بدعنوانی، کرپشن، اقربا پروری، لوٹ مار کا گھنچہ ہمیں گھن بن کر کھٹا گیا۔ اگست کا مہینہ ہمیں بہت کچھ یاد دلاتا ہے۔ برصوبے میں بے چینی کا حل، زبان، نسل، بھلا زمین کا توڑ لے جانے میں نہیں۔ بنیادیت کی طرف لوٹنا ہوگا۔ وہ جو خالص نظریاتی، جد و جہد آزادی میں جانیں لٹاتے کشمیری بننا یاد پکارتے ہیں۔ پاکستان سے رشتہ کیا، لا الہ الا اللہ! ہم اسے بھلا بیٹھے۔ اسلام سے ضد اور چرکی حدوں کو چھوٹنے لگے۔ یہ اسی کا شاختان ہے۔ بدعنوانی، کرپشن کا علاج جو اصل کیمر ہے، کٹھے، باہمی اخوت اور بھائی چارے کی طرف لوٹنے میں ہے۔ بجائے چند مٹھی چارے کی خاطر، مناصب، کرسیوں کی جنگ میں ہتھیاروں اور گولیوں سے جگر پاش سامنے جنم دینے کے۔ دنیا بھر میں مذاکرات اور ثالثی کی شہرت والا پاکستان اسی فارمولے کو گھر میں کامیاب بنائے۔ پاکستان ہے تو اسمبلیاں، کرسیاں، دی آئی پی پر نو کال ہے ورنہ ہمارے دشمن تو اس گھر چھوٹکے مٹاتے پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ اور پورا ایک بین الاقوامی ڈراما ٹرپ اور نینتیا ہو چھائے ہوئے ہیں۔ ان کے جتنی جھکوں تلے گلوب تقرار رہا ہے۔ سامنے ہی 5 دنوں میں ونیزویلا، جاپان، امریکہ، فلپائن میں زلزلے، چین میں سیلاب، یورپ، امریکہ میں شدید جنگ کی آگ اور بلند درجہ حرارت نے ہوش مارے رکھی۔ لاکھوں کو گھر، چھتیاں مٹانے کے مقامات چھوڑ کر

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(31 جولائی تا 5 اگست 2026ء)

جمعۃ المبارک 31 جولائی: خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں ارشاد فرمایا، جس میں تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام 31 جولائی تا 21 اگست 2026ء کے دوران ہونے والی ملک گیر آگاہی مہم بعنوان "آئینتِ مسلمہ کی حالت زار اور اہم نجات" کے موضوع پر گفتگو کی۔ سہ پہر میں کراچی پریس کلب میں اسی مہم کے حوالہ سے ایک پریس کانفرنس میں گفتگو کی نیز چند صحافیوں کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

ہفتہ 01 اگست: نماز عصر سے قبل چند رفقاء کے ساتھ ایک آن لائن نشست میں تذکیر کی گفتگو کی اور سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد نماز مغرب گلستان انٹرنیشنل کلب، شہید ملت روڈ، کراچی میں ایک عوامی اجتماع میں ملک گیر مہم "آئینتِ مسلمہ کی حالت زار اور اہم نجات" کے حوالہ سے خطاب کیا۔

اتوار 02 اگست: دو پہر میں آرٹس کونسل کراچی میں نوجوانوں کے ایک ادارہ "Shajarah Institute" کے زیرِ اہتمام ایک کانفرنس میں "Breaking the Chains--The Prophetic Mission of Human Liberation" کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔

پیر 03 اگست: بحریہ کالج کارماز، کراچی کے زیرِ اہتمام تربیت اساتذہ کے ایک پروگرام میں "Ethical and Moral Values for Teachers in the Modern Age" کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔

بدھ 05 اگست: ذرات کولاب بورڈ میٹنگ میں معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز تنظیمی امور انجام دیئے۔ مختلف قرآنی نصاب کے حوالہ سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی ریکارڈنگز کے علاوہ مہم "آئینتِ مسلمہ کی حالت زار اور اہم نجات" کے حوالے سے رفقاء اور احباب کے لیے علیحدہ پیغام ریکارڈ کروائے۔ چند احباب سے ملاقات بھی ہوئیں۔

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے بہتر)

انسدادِ سود کے لیے عملی اقدامات

(ب) فوری اور لازمی اقدامات

- 1) صوبائی اور وفاقی حکومتوں کے باہمی قرضوں نیز وفاقی حکومت کے سٹیٹ بینک سے قرضے پر سود فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔ اس لیے کہ اس سے آمدن اور اخراجات پر پہلے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ کام فوری کرنا چاہیے۔
- 2) نیم سرکاری اداروں اور کارپوریشنوں جیسے واپڈا، اریلو سے اور پی ٹی سی وغیرہ کو جو قرضے حکومت نے دیے ہیں ان کو فوری طور پر "ایکویٹی" میں تبدیل کر دیا جائے!
- 3) حکومت کی بچت عیسوں کے تحت حکومتی قرضوں پر مشتمل برنوع کے بانڈز سرٹیفکیٹ اور سیکیورٹیز وغیرہ پر سود کی ادائیگی فوری طور پر بند کی جائے۔ نیز ان قرضوں کے اصل زر کی ادائیگی کے لیے مناسب لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے۔ (جاری ہے)

محوالہ: "انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال" از حافظ عاتق وحید

دور تا پڑا۔ مگر دنیا کے یہ بڑے جنگجو کردار شاید خود بھی آگہی کے بنے ہیں کہ کوئی تپش ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ظلم کے بولناک مناظر انہیں پھلواتے نہیں۔ اللہ نے جو انسانی کمزوریاں بیان فرمائی ہیں، جن کو تعلیم و تربیت، رب تعالیٰ کی پیچان، عہدہ ریزیاں دور کرتی ہیں۔ نبوی تعلیم سے فیض یاب ہو کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما عظیم حکمران وجود میں آئے ہیں۔ عوام الناس، دنیا کو جن باتوں سے بھرتا نظر پاتے ہیں۔ آج ٹرمپ، مودی، یا جو جیسے باتوں سے جنم زار رہی ہے۔ لہذا تمام انسان ہے۔ ظلو ما جھوٹا۔ اقتدار کی امانت کے جھوٹے جھوٹے ظالم اور جاہل۔ خوشحالی ملتی ہے تو بخیل (منوعاً) ہوتا ہے۔ اس کا فیض عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح عوام کو زکوٰۃ سے بے نیاز کرنے والا نہیں اپنے ریزروٹ، فارم باؤس بنا لئے والا ہوتا ہے۔ تھوڑا سا کم حوصلہ، جلد باز، پل میں تولہ پل میں ماش، عجولاً، ہلوعاً، جزوعاً۔ ٹرمپ نے 21 مارچ سے سمندروں، ملکوں میں جو اچانک، یکایک کے تماشے لگا رکھے ہیں ملاحظہ ہوں۔

21 مارچ: 48 گھنٹے کا نوٹس ہے، سب تباہ کر دیں گے۔ 23 مارچ کو بولنا: دس دن کے لیے یہ فیڈ لائن بڑھا دی ہے۔ 15 اپریل کو چلایا گالیاں دیتے ہوئے۔ "نہر محکوم" ورلڈ تم پر جنم نوٹ پڑے گی۔ مگر 17 اپریل کو مزید 2 ہفتے دے دیئے۔ یہاں تک کہ 11 جون آگئی۔ درمیان میں گلوبل چودھری پاکستانی میسجیوں کا سہارا بھی لیتا ہے! (اللہ خیر کرے، اسٹی پاکستان کی) دھمکیاں بھی برسا کیں۔ 31 جولائی آگیا۔ اگلی تباہی کی تیسری جاری کر دی۔ اور پھر یکم اگست کو ایران اور مشرق وسطیٰ ملک کا نام لے کر ذیل کی طرف پھر روانہ ہو گیا۔ تین یا ہو سے حالیہ ملاقات ہوئی۔ واضح رہے کہ ٹرمپ اسی کا بچہ جو رہا ہے۔

امریکہ کیا سے کیا ہو گیا۔ یورپ سے جدا ہو گئی اتحادی جہان و سرگرواں۔ کبھی آئینی سخت گیر بادشاہت کا ٹکس۔ کانگریس بے اثر۔ بین الاقوامی ادارے جمہوریت، یو این، عالمی عدالت انصاف کبھی بے حیثیت۔ ایسے میں حماس جیسے ذی شان، اعلیٰ کردار، پختہ شخصیات ہتھیار ڈالیں؟ اس اعلان کے باوجود دھناتی سے غمزہ میں 18 فلسطینی اسرائیل نے شہید کر دیئے! ٹرمپ کے بورڈ آف ہیں تلے احکام لانے کا ادارہ...؟ قتلہ برتو...

دھوکا باز... جھوٹ فریب کے بین الاقوامی فنکار!



خواتین کی تعلیم کی اہمیت اور مطلوبہ لائحہ عمل (1)

ثیابول

ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَتَمْنَا تَحْقِیْقَی اللّٰہِ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءِ﴾ (فاطر: 28)
 ”اور حقیقت اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔“

آقا سے نامدار پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کا آغاز بھی لفظ اقرآن (یعنی پڑھو) سے ہوا تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ علم والے لوگوں کا مقابلہ علم سے بے بہرہ جاہل لوگ کیسے کر سکتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے حصول علم کی بہت تاکید کی۔ مثلاً قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الذّٰلِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (الزمر: 9) ”ان سے پوچھو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں بھی یکساں ہو سکتے ہیں۔“
 مندرجہ ذیل ارشاد نبوی حدیث کی متعدد کتب میں موجود ہے:

”عبادت گزار کے مقابلے میں عالم کو وہی فضیلت حاصل ہے جو چودہویں رات کے چاند کو عام ستاروں پر، علماء انبیاء کے وارث ہیں، کیونکہ انبیاء نے ترکہ میں ورثہ و دیار نہیں چھوڑے بلکہ علم چھوڑا ہے۔ سو جس نے علم حاصل کر لیا اس نے نبوی ترکہ میں سے وافر حصہ حاصل کر لیا۔“ (رداء الترمذی)
 نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”عبادت گزار کے مقابلے میں عالم کو وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھے تم میں سے ادنیٰ ترین شخص کے مقابلے میں حاصل ہے۔“ (ترمذی)

علم کی اہمیت کے بارے میں بطور نمونہ چند آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں جن سے علم کی بے پایاں فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ علم کے جتنے فضائل بیان ہوئے ہیں، صرف اسی عالم کے لیے ہیں جو خود اپنے علم کا پابند ہے۔ اس پر مکمل عمل کرتا ہے۔ اس علم کے ذریعے اللہ کی رضا جوئی میں مصروف رہتا ہے۔ اس کے اوامر بجالاتا ہے اور اس کے نواہی سے دور رہتا ہے کیونکہ علم بغیر عمل کے وبال ہوتا ہے۔

انسانی معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے لیے تعلیم و تربیت، علم و آگہی اور شعور بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ طبقہ نسواں معاشرے کا کم و بیش نصف حصہ ہیں۔ لہذا اس طبقہ نسواں کی تعلیم و تربیت معاشرے کی صلاح و فلاح کے لیے از بس ضروری اور ناگزیر ہے۔

لفظ تعلیم و تربیت دو اجزاء سے مرکب ہے۔ ایک تعلیم، یعنی زندگی گزارنے کے لیے بنیادی اوصاف کا شعور دینا، سکھانا، پڑھانا، معلومات، بہم پہنچانا اور دوسرا لفظ تربیت ہے جس سے مراد پرورش کرنا، اچھی عادات، یعنی فضائل اخلاق سکھانا اور رد اذائل اخلاق سے بچانا اور بچوں میں خدا خوفی اور تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ لہذا تعلیم اور تربیت دونوں اسلام میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

اسلام کا کلیہ نظر

اسلام نے علم اور تقویٰ کو یعنی تعلیم و تربیت کو ابتدا ہی سے بنیادی اہمیت دی۔ چونکہ شریعت اسلامیہ نے مرد و عورت دونوں پر یکساں حقوق و فرائض عائد کئے ہیں اور دونوں ہی اپنے فرائض کو پورا کرنے کے لیے یکساں مکلف اور ذمہ دار ہیں۔ یہ واضح امر ہے کہ جب تک اپنے فرائض سے متعلق مکاحقہ و واقفیت نہ ہو، کوئی اپنے فرائض سے متعلق صحیح طور پر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، لہذا جب تک علم دین حاصل نہ کیا جائے تب تک دین کے احکام پورا کرنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے حصول علم کو مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں لازمی قرار دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و گرامی ہے:

﴿طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ﴾ (طبرانی) ”یعنی ہر مسلمان مرد (اور عورت) پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔“

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں علم کی بے مثال فضیلت بیان کی گئی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں حصول علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ قرآن پاک میں

اسلام میں خواتین کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام

قبل از اسلام جاہلی معاشروں میں عورت ہر قسم کے حق سے محروم تھی۔ جہاں عورت زندگی کے حق سے ہی محروم ہو، وہاں اس کے پڑھنے لکھنے کے حق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اسلام نے جہاں عورت کو اعلیٰ و ارفع مقام دیا وہاں اس پر ایک احسان یہ بھی فرمایا کہ اسے درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں مردوں کے برابر مکلف قرار دیا۔ چونکہ شریعت اسلامی کے مخاطب مرد اور عورت دونوں ہیں۔ دینی احکام دونوں پر واجب ہیں اور روز قیامت مردوں کی طرح عورتیں بھی رب العالمین کے سامنے جواب دہ ہیں۔ لہذا عورتوں کے لیے بھی حصول علم جو ان کو بنیادی دینی امور کی تعلیم دے اور احکام اسلامی کے مطابق زندگی گزارنے کا ذریعہ سکھائے وہ ان کے لیے فرض مین قرار دیا گیا ہے۔ فرض مین سے مراد یہ ہے کہ اسے سیکھنا لازمی ہے اور اگر عورت یا مرد اس میں کوتاہی کرے تو وہ عند اللہ مجرم ہے۔

چنانچہ آنحضور نے ابتدائی سے خواتین کی تعلیم کی طرف توجہ فرمائی: ”تم خود بھی ان کو سکھو اور اپنی خواتین کو بھی سکھاؤ۔“ (سنن دارمی)

تربیت کے لیے اپنی خدمت میں حاضر ہونے والے فو کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ”تم اپنے گھروں میں واپس جاؤ، اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہو، ان کو دین کی تعلیم دو اور ان سے احکام دینی پر عمل کرو۔“ (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کی اچھی تعلیم و تربیت کی، ان سے حسن سلوک کیا، پھر ان کا نکاح کر دیا تو اس کے لیے جنت ہے۔“ (ابوداؤد)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی مشن میں ہفت میں ایک دن صرف خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ اس دن خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور آپ سے مختلف قسم کے سوالات اور روزمرہ مسائل پوچھتیں۔ نماز عید کے بعد آپ ان سے الگ سے خطاب کرتے۔ اہمات المؤمنین کو بھی آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ مسلم خواتین کو دینی مسائل سے آگاہ کیا کریں۔ پھر آپ نے خواتین کے لیے کتابت یعنی لکھنے کی بھی تاکید فرمائی۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہ لکھنا جانتی تھیں۔ آپ

نے انہیں حکم دیا کہ تم آتم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی لکھنا سکھا دو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی لکھنا سکھا دیا۔ آہستہ آہستہ خواتین میں لکھنے اور پڑھنے کا اہتمام اور ذوق و شوق بہت بڑھ گیا۔ عبدالنوی کے بعد خلفائے راشدین کے مبارک دور میں بھی خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف بھرپور توجہ دی گئی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی مملکت کے تمام اطراف میں یہ فرمان جاری کر دیا تھا:

((عَلِّمُوا نِسَاءَكُمْ سُورَةَ التَّوْبَةِ...))
(الدر المنثور) "اپنی خواتین کو سورۃ النور ضرور سکھاؤ کہ اس میں خانگی زندگی اور معاشرتی زندگی کے متعلق بے شمار مسائل و احکام موجود ہیں۔"

تعلیم نسواں کی اہمیت

اسلام میں تعلیم نسواں کے بارے میں بھی دو آراء نہیں ہو سکتیں۔ ایک ہی حکم اور پختہ حکم ہے اور وہ ہے عورتوں کو ذریعہ تعلیم سے لازماً آراستہ کرنے کا کیونکہ یہ علم اور جاہل عورت معاشرے کی پسماندگی اور ابتری کا باعث بنتی ہے۔ موجودہ دور میں سیکولر لبرل نظام کی دلدادہ پڑھی لکھی جاہل عورتوں کو نہ کفر و شرک کی کچھ تیز ہے، نہ دین و ایمان سے کچھ واقفیت۔ اللہ اور رسول کے مرتبہ و مقام سے ناواقف بعض اوقات شان خداوندی میں بڑی گستاخی و بے ادبی سے گلے شکوے کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح شانِ نبویہ میں بڑی بے باکی سے زبان طعن دراز کرتی ہیں۔ احکام شرعیہ کی حکمت اور افادیت سے ناواقف نہ ہونے کی بنا پر اُلٹی سیدھی باتیں کرتی ہیں، اس کے برعکس ہر طرح کے فیشن، بے جا جانی و عمرانی اور فضول رسم و رواج کے پیچھے بھاگتی ہیں، شوہر سے ان کی فتنی ہے نہ سسرالی رشتہ داروں سے، انہیں اپنے بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حق حقوق کی ذرا خبر نہیں ہوتی۔ لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ، زبان درازی و لعن طعن کر کے سب سے بگاڑ کر خوش رہتی ہیں۔ وقت کی بھی ان کو قدر نہیں ہوتی۔ فضول باتوں میں، لعن طعن میں، غیبت اور گالم گلوچ میں سارا وقت برباد کر دیتی ہیں۔

غرض ایسی عورتوں کی جہالت کے کون کون سے نقصانات گنوائے جائیں، شوہر، بچے، گھر، اللہ کی دی ہوئی نعمتیں، کسی بھی بات کا ان کو احساس نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی قرآن پاک کے الفاظ ہیں خَیْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کا مصداق ہوتی ہے، یعنی ان کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی

تباہ ہوگئی۔ اس طرح کی خواتین یقیناً معاشرے کی تباہی و بربادی کا ہر اول دست ثابت ہوتی ہیں۔ جیسی گنوار خود تمہیں، ان کی اولاد یعنی نسلِ نوحی اسی طرح گمراہ، جاہل اور گنوار ثابت ہوتی۔ اس طرح وہ قوم کو جرائم کی دلدل میں پھنساتی چلی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس علم دین رکھنے والی خاتون صحیح اور لفظ حق اور باطل، جائز اور ناجائز کی حد کو جانتی اور پہچانتی ہے اور وہ اپنی زندگی کے خوش آمدہ مسائل کو خوش اسلوبی سے نمٹا لیتی ہے۔ یہ علم دین اس کو شائستہ اور مہذب بناتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی بھی صالح تربیت کر کے صالح معاشرہ تعمیر کرنے کا باعث ثابت ہوتی ہے۔

تعلیم نسواں اور مغربی تعلیم

اہل مغرب نے دو صدیاں قبل تعلیم نسواں کا نعرہ بلند کیا، اس سے پہلے مغربی خاتون حیوانوں سے بدتر زندگی بسر کر رہی تھی۔ سب سے پہلے پولین نے نعرہ بلند کیا "مجھے پڑھی لکھی مائیں دو، میں تم کو ترقی یافتہ قوم دوں گا۔" اس کے اس نعرہ کو عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں بڑا بنیادی اور انقلابی قرار دیا گیا۔ تعلیم نسواں کے اس نعرہ نے آہستہ آہستہ پیش رفت کی تو وہ ترقی نسواں، حقوق نسواں اور پھر مساوات مرد و زن کے مختلف مدارج طے کرتا چلا گیا۔ چونکہ اہل مغرب خود اپنے مذہب سے بیگانہ ہو چکے تھے۔ ان کے معاشرے سیکولر، لبرل اور مادی ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے زیر اثر مغربی عورت کو مردوں کی جکڑ بندیوں اور ظلم و جور سے قدرے آزادی نصیب ہوئی۔ اس نے مردوں کی طرح تعلیم حاصل کی۔ مملوٹ ماحول میں تعلیم پانے کے بعد مملوٹ ماحول میں اپنی زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے ملازمت کرنے لگی۔ بے خدا تعلیم، بے مقصد زندگی، سیکولر ماحول اور اعتلاط مرد و زن، فحش فلمیں، گندی تصاویر اور خرب اخلاق لٹریچر اور عریاں لباس ان سب عوامل نے مل کر عورت کو بالکل گمراہ اور بے راہ و کردار کیا۔

پھر ایسی بے راہ و عورتوں نے مساوات مرد و زن کا نعرہ بلند کیا۔ آہستہ آہستہ مردوں کے خلاف حمایہ کھولا گیا۔ عورتوں کو شادی، شوہر، بچے اور گھر کے خلاف اکسایا گیا۔ ہم جنس پرستی عام ہوگئی۔ گھر بے آباد ہو گئے۔ مرد نے عورت کا خرچ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اب مرد صرف اپنے لیے کمائے اور عورت اپنے لیے۔ غرض اس تصورِ تعلیم

کے ساتھ مغرب میں جو عورت بگاڑ تحریک شروع ہوئی، اس نے معاشرے کو جڑ سے کھوکھلا کر دیا۔ فواحش کثرت سے پھوٹ پڑے۔ طلاق کی کثرت ہوگئی، جنسی امراض کی زیادتی نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا بچے زمریوں میں پل کر جرائم پیشہ اور وحشی بننے لگے اور اب مغرب کا ماحول مکمل طور پر نسوانیت زدہ ہے۔ ناپسندیدہ گانے اور مرد کا دل بھانسنے کے لیے برجگاہ اور بریلیٹ فارم پر عورت موجود ہے لیکن اس کا اصل مقام یعنی گھرا جڑ چکا ہے۔

دوسری طرف مغربی معاشرے میں ذہن دارانہ مہدوں پر عورتوں کو آج بھی تعینات نہیں کیا جاتا۔ یہ ہے اس مغربی تعلیم نسواں کا اثر کہ اس نے مغربی معاشرہ کو ہر طرح سے نقصان ہی پہنچایا ہے اور عورت بالکل شتر بے مہار ہوگئی ہے۔ جو سر عام جنسی ورکر کے طور پر پیشہ کمانے میں مصروف ہے۔

مغرب کا اصرار

آج مغربی تہذیب دنیا میں بالا دست ہے۔ اس لیے اہل مغرب مختلف حیلوں سے اسی مغربی بے خدا تعلیم اور طہانہ افکار کو اسلامی معاشروں میں رائج کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ وہ برابر دو صدیوں سے اس کام میں مصروف ہیں۔ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے مسلمانوں کے اندروین بے زاری اور الحاد کو جنج بونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آغاز میں مسلم اہل درو، مفکرین و دانشوروں نے خواتین کو مغربی تعلیم کے ذریعے اثرات سے بچانے کی بہت کوشش کی۔ علامہ اقبال نے بہت درد مندی سے قوم کو نصیحت کیا:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے ناؤن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
لیکن مسلمان اپنی سیاسی، ایمانی اور اخلاقی کمزوریوں کے باعث اہل مغرب کے سامنے پسپا ہوتے چلے گئے۔ مغربی تعلیم یافتہ مسلمان اسلامی معاشرہ میں اہل مغرب کے لبرل اثرات کو تعلیم نسواں کے پردے میں پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔

پاکستان اگرچہ اسلام کے نام پر ہی دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا تھا لیکن عملاً یہاں اسلامی نظام حکومت رائج ہونا تو کجا، اسلامی نظام تعلیم بھی پاکستان کی نوزائیدہ اسلامی مملکت میں آج تک رائج نہیں ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہے کہ خود ہماری درس گاہیں مغربی تہذیب اور ان کے افکار کو وطن

عزیز میں مقبول و معروف بنانے میں مصروف ہیں۔ تعلیمی ادارے تاج گانے، رقص اور موسیقی سکھانے کے مرکز بن چکے ہیں۔ موسیقی کی تعلیم یا قاعدہ انساب کا حصہ قرار دی جا رہی ہے۔ مینا بازار، ڈریس شو اور راکنی شو کوڑھ میں غارت ہیں۔ بقول ماہر القادری مرحوم۔

قوم کی وہ بیٹیاں جن کو بننا تھا بقول مدرسوں میں سیکھتی ہیں تاج گانوں کے اصول ہمارے ذرائع ابلاغ بھی اسی مغربی ماحول کو پاکستان میں متعارف کروانے میں دن رات کوشاں ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی، سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، جرائد و اخبارات صبح و شام شش گانے، گندی فلمیں اور نیم برہنہ تصویریں دکھا رہے ہیں۔ اوپر سے این جی او کی اشاعت تعلیم کے نام پر مسلمان معاشروں میں اسلامی تعلیم اور تہذیب کے خلاف جدوجہد، پھر عورت کے حقوق کے نام پر منعقد ہونے والی یو این او کی کانفرنسز جن میں ان کے اپنے دینے گئے ایجنڈے پر عمل درآمد کے سلسلے میں باقاعدہ رپورٹ طلب کی جاتی ہے، عدم اطاعت کی شکل میں ایسے ممالک پر معاشی پابندیاں لگ جاتی ہیں۔ اور میڈیا کے ذریعے لعن طعن اور دشنام طرازی کے ذریعہ ان کا ناخوش بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غرض مغربی تہذیب کو اسلامی ممالک میں مقبول و جودل عزیز بنانے کے لیے اہل مغرب اپنے تمام لاؤ ٹھکر اور وسائل سمیت مسلم ممالک پر حملہ آور ہیں۔ یہ مغربی یلغار جارحانہ اور شدید ہے جبکہ مسلم ممالک اپنی ایمانی و اخلاقی کمزوریوں کے باعث اس کے آگے پسپا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی مسلمان حکمران ایسا نہیں جو ان کے مقابل اسلام کے معاشرتی و خانہ دانی نظام کا دفاع کر سکے! (جاری ہے) ❀❀❀

- ❀ قرآن مجید میں مستعمل الفاظ کی صرف و نحو کے اعتبار سے ترکیب
- ❀ ہر لفظ کی لغوی تحقیق اور صرفی و نحوی تحلیل، صیغہ اور لفظ کا اصلی مادہ
- ❀ متعلقہ مادہ سے قرآن حکیم میں آنے والے صیغوں کی تفصیل مع حوالہ
- ❀ سورہ کا ترجمہ زمانہ نزول و شان نزول، سورہ کا موضوع اور خلاصہ مضمون

روح اللہ اس شخص کو صرفی و نحوی خصوصیات کی حامل
لے کر عربی اور قرآن سے عرب کی کتابوں کی مدد سے عربی کی کتاب

لغات و اعراب القرآن

جزء عم (سورة النبا تا سورة الناس)

ابو جنید ساجد افضل

گرامر کے اعتبار سے قرآن حکیم کا ترجمہ کئے والے
اساتذہ کرام اور عام قارئین کے لیے انتہائی مفید

❀ عمدہ طباعت اور مضبوط جلد

❀ قیمت: 3500

❀ صفحات: 1280

کتاب کے حصول کے لیے

❀ مکتبہ خدام القرآن: 36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور (Whatsapp: 0301-1115348)

❀ مکتبہ سید احمد شہید: انکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور ❀ مکتبہ رحمانیہ: غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

❀ مکتبہ القدوسیہ: غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ❀ کتاب سرائے: انکریٹ مارکیٹ غزنی سٹریٹ لاہور

❀ مکتبہ اسلامیہ: کوتوالی روڈ بالقاب قوتوالی پولیس سٹیشن، گھنٹہ گھر فیصل آباد

Cash on Delivery: Whatsapp on 0312- 4842222 (Author)

خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا نظام

شیخ الحدید
شیخ الحدید

لکیر آگاہی

لکیر آگاہی

امت مسلمہ کی حالت و اصلاحات

یہودی، ہندو اور نصاریٰ کا گٹھ جوڑ:
عالم اسلام کے خلاف ابلیسی اتحاد مثلاًشہ

دین حق کے غلبہ کی جدوجہد
نصرت الہی کے حصول کا ذریعہ ہے

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی

تنظیم اسلامی کا نظام خلافت راشدہ کا نظام

لکیر آگاہی: شیخ الحدید

لکیر آگاہی: شیخ الحدید

امت مسلمہ کی حالت و اصلاحات

حصول نصرت الہی

نفاذ دین کی

جدوجہد سے

تنظیم اسلامی www.tanzeem.org

حقیقی ہیرو: سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ

حبيب آصف شيخ (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

پیارے بچو! ذرا میری بات غور سے سنیں اور اپنے ذہنوں کو تھوڑی دیر کے لیے فی وی، کارٹونز اور ویڈیو گیمز کی دنیا سے باہر نکالیں۔

ہم روزانہ فی وی پر سپر مین، بیت مین یا اسپائیڈر مین جیسے کرداروں کو دیکھتے ہیں جو عمارتوں پر چھلانگیں لگاتے ہیں، ہوا میں اڑتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ سارے کردار حقیقیاتی ہیں اور حقیقت میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں؟ یہ صرف کاغذوں اور کمپیوٹر پر بنائے گئے فرضی نقش و نگار ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس، یعنی ہماری اسلامی تاریخ میں، ایسے حقیقی اور سچے ہیروز کی لمبی فہرست موجود ہے جن کی شجاعت، حکمت، عملی اور ایمان کے سامنے یہ تمام نقلی اور فرضی سپر ہیروز پانی بھرے نظر آتے ہیں۔ آج میں آپ کو اپنے سب سے پیارے اور عظیم ہیرو حضرت خالد بن ولیدؓ کی چمکی داستان سناتا ہوں، تاکہ آپ جان سکیں کہ ایک سچا مجاہد اور حقیقی ہیرو کیسا ہوتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی بے مثال بہادری، جنگی مہارت اور سچے جذبے کو دیکھ کر انہیں "سیف اللہ" کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا تھا، جس کا خوبصورت مطلب ہے "اللہ کی تلوار"، ذرا رُکے! جس انسان کو خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تلوار کہا ہو، ان کی بہادری کا عالم کیا ہوگا! آپؐ نے اپنی پوری زندگی میں سو (100) سے بھی زائد معرکے اور جنگیں لاریں اور ماشاء اللہ ایک بھی جنگ میں شکست کا سامنا نہیں کیا۔ ان کے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں تھا جس پر کسی جنگ میں لگنے والے زخم کا نشان نہ ہو۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کوئی دوسرا جرنیل نہیں ملتا جو سو سے زیادہ جنگوں میں اتر اتر اور ہر بار فتح یاب ہو کر لوٹا ہو۔ لیکن پیارے بچو! یہاں سب سے اہم بات جو

سمجھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کا جہاد کسی کا ملک چھیننے، لوگوں پر ظلم کرنے، یا اپنی طاقت کا غرور دکھانے کے لیے ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ اسلام میں جہاد کا مطلب اپنے فائدے کے لیے لڑنا نہیں ہے، بلکہ جہاد کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کرنا، سچائی اور عدل کو قائم کرنا اور ظالموں کے چنگل سے بے گناہ مظلوموں کو آزادی دلانا ہوتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب بھی میدان جنگ میں اترتے تو ان کا مقصد صرف اور صرف اپنے رب کی رضا حاصل کرنا ہوتا تھا۔

اس کی ایک چمکی اور دل دہلا دینے والی مثال "جنگ یرموک" کی ہے۔ اس تاریخی معرکے میں مسلمان مجاہدین کا مقابلہ اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی اور خوفناک سپر پاور یعنی رومی سلطنت سے تھا۔ دشمن کی فوج میں دو لاکھ سے زائد مسلح سپاہی اور جنگی ہتھیار موجود تھے، جبکہ دوسری طرف مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف چالیس ہزار کے قریب تھی۔ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو چاروں طرف رومیوں کے ہتھیار چمک رہے تھے اور مسلمان تعداد میں بہت کم تھے، لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کی دل میں دشمن کی اس ہمتیاب طاقت کا رتی برابر بھی خوف نہیں تھا۔ آپؓ نے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور ایمانی جوش سے فرمایا "کہ ہم دشمن کی تعداد یا ان کی ظاہری طاقت کے بل بوتے پر نہیں لڑتے، بلکہ ہم تو صرف اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ کر کے اترتے ہیں اور فتح ہمیشہ اللہ ہی عطا فرماتا ہے۔" آپؓ نے ایسی زبردست حکمت عملی سے حملہ کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دو لاکھ کا لشکر حواس باختہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک تاریخی فتح نصیب فرمائی۔

اس کہانی کا سب سے پیارا اور آنکھیں کھول دینے والا سبق اس وقت سامنے آیا جب خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے حکم پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالاری کے

استے بڑے عہدے سے ہٹا کر ایک عام سپاہی بنا دیا گیا۔ بچو! اگر کوئی عام انسان ہوتا تو غصے میں آ جاتا کہ اتنی بڑی جنگیں جیتنے کے بعد مجھے عہدے سے کیوں ہٹایا گیا؟ لیکن ہمارے اس سچے ہیرو نے ذرا برابر بھی ناراضگی یا غرور نہیں دکھایا۔ آپؓ نے مسکرا کر سپہ سالاری کا چارج دوسرے صحابیؓ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ میں کسی عہدے، نام یا شہرت کے لیے نہیں لڑتا تھا، میں تو صرف اور صرف اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے لڑتا ہوں! چاہے میں پوری فوج کا قائد بن کر لڑوں یا ایک عام سپاہی بن کر، میرا مقصد اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہی رہے گا۔ تو پیارے بچو! اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اصل بہادر اور حقیقی ہیرو وہ نہیں ہوتا جو فی وی سکرین پر اڑتا ہوا نظر آئے یا یاد دہانی صلاحیتیں دکھائے، بلکہ سچا ہیرو وہ ہوتا ہے جو جگہ کا ساتھ دے، مشکل سے مشکل وقت میں ہمت نہ ہارے، اپنے بڑوں کی عزت کرے، غرور و تکبر سے دور رہے اور اپنی ہر کامیابی پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ مجھے امید ہے کہ آج کے بعد آپ کا ٹونز کے نقلی ہیروز کو بھول کر حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے سچے ہیروز کو اپنا آئیڈیل بنائیں گے!



دعائے مغفرت للہ والوں اللہ علیہم السلام

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی وسطی کے مبتدی رفیق محترم عبدالستار وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان غربی کے رفیق محترم اشفاق احمد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-6000150

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، کوٹ ادو کے اسروالیہ کے رفیق محترم رمضان وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-6763671

اللہ تعالیٰ مرنوین کی مغفرت فرمائے اور ہنس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعاے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَاَزْغِهِمْ وَاَدْخِلْهُمْ
فِيْ ذَخْرَتِكَ وَحَايِزِهِمْ جَسَّائًا يَّسِيْرًا



جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

جاری کردہ:
ڈاکٹر اسرار احمد

رجوع الی القرآن کورس

ان شاء اللہ

رجسٹریشن یکم رمضان سے شروع ہے۔

تعلیم : کم از کم انٹر میڈیٹ

عمر : کم از کم 22 سال

دورانیہ : 10 ماہ

ایئر کنڈیشنڈ
کلاسز

عرصہ 44 سال
سے باقاعدگی سے
جاری تعلیمی سلسلہ

انٹرویو : یکم ستمبر 2026ء

آغاز کلاسز : 2 ستمبر 2026ء

ایام تدریس : پیر تا جمعہ

اوقات تدریس : صبح 8:15 تا 1:00

مضامین تدریس:

پارٹ ② (سال دوم)

برائے مرد حضرات

- عربی زبان و ادب ● اصول تفسیر ● تفسیر القرآن
- اصول حدیث ● درس حدیث ● اصول الفقہ
- فقہ المعاملات ● عقیدہ (المحویہ) ● اضافی محاضرات

پارٹ ① (سال اول)

برائے مرد و خواتین

- تجوید و ناظرہ ● عربی گرامر (صرف و نحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری و لغوی توضیحات) ● دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی ● سیرت و شمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث و اصطلاحات حدیث ● فکر اقبال
- فقہ العبادات ● معاشیات اسلام ● اضافی محاضرات

نوٹ: بیرون لاہور رہائشی صرف مرد حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ لہذا خواہشمند حضرات پہلے سے رجسٹریشن کروالیں۔

email: irts@tanzeem.org

www.khuddamulquran.org

0316-1466611 042-35869501

مزید
تفصیلات
کیلئے:

بمقام:

زیر انتظام:

قرآن اکیڈمی

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

ڈاکٹر اسرار احمد کی خدمات قرآنی کا مرکز
مرکزِ اخبر خدام القرآن لاہور
(رجوزہ)

مسئلہ قادیانیت

مؤلف: جمیل اطہر قاضی

نام کتاب: مسئلہ قادیانیت

بنداز خدا بزرگ قوی قصہ مختصر

ناشر: کتاب سرائے لاہور

مبصر: خالد نجیب خان (ساوان مرکزی شہر لاہور)

خالق کائنات نے جس ذات اقدس پر اپنا دین مکمل کیا، بقیہ ذات اکمل و اطہر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد ہی کئی لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کر کے ختم نبوت کا فائدہ کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر طائفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بروقت کارروائی نے اس وقت یہ فتنہ ختم کر دیا مگر اسلام دشمن طاقتوں نے شخص اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کو نبوت کے جھوٹے دعوے کے ساتھ نہ صرف کھڑا کیا ہے بلکہ ان کی پشت پناہی بھی کرتی رہی۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ایک ایسے شخصیت تھے۔ مفت روزہ پڑھانے کے چیف ایڈیٹر آغا شورش کاشمیری نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد 1864 تا 1868ء اپنی کثیر سیالکوٹ پنجاب کی کچھری میں معمولی تنخواہ پر ملازم تھا۔ دوران ملازمت اس نے سیالکوٹ کے پادری مسٹر پٹر ایم اے سے رابطہ کیا۔ وہ عموماً اس کے پاس آتا رہتا تھا، دونوں اندر خانہ بات چیت کرتے رہتے۔ بگل نے اپنے وطن واپس جانے سے پہلے اس سے تنہائی میں چند ملاقاتیں کیں اور پھر اپنے ہم وطن اپنی کثیر کے پاس گیا، اسے رپورٹ دی اور چلا گیا۔ ادھر مرزا غلام احمد نے استعفیٰ دیا اور قادیان چلا گیا۔ برطانوی ہند کی سینٹرل انٹیلیجنس کے مطابق اپنی کثیر سیالکوٹ نے چار لوگوں کو اترو دیو کے لیے بلایا تھا جن میں سے مرزا غلام احمد کو دعویٰ نبوت کے لیے ہار دیا گیا۔

مرزا غلام احمد کی 562 صفحات پر مشتمل پہلی تصنیف ”براہین احمدیہ“ چار حصوں میں شائع ہوئی۔ پہلے دو حصے 1880ء میں شائع ہوئے، تیسرا حصہ 1882ء میں اور چوتھا حصہ 1884ء میں شائع ہوا۔ مرزا غلام احمد کے دوسرے بڑے مرزا بشیر احمد ایم اے کی تالیف ”سلسلہ احمدیہ“ کے مطابق مرزا قادیانی کو ناموریت کا سرچشمی الہام ”مارچ 1882ء میں ہوا۔ اس سے پہلے 1880ء میں ”فہم نامہ اللہ“ ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا نادر پتہ لگا دیا۔ دسمبر 1888ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت عظیمی کا عہدہ دیا ہے۔ 1891ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کی خبر دی اور اعلیٰ نبی ہونے کی اصطلاح اپنا ادھر لائی۔ پھر 1901ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور دسمبر 1904ء میں کرشن ہونے کا اعلان کیا۔ (معاذ اللہ) کہیں دو سال تھے، جب انگریزی سیاست اپنے استبدادی مزاج کو پروان چڑھانے کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی۔ دوسری طرف اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے ملایا وقت اور دانشورا پنا کر اور ادا کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہوتے رہے ہیں۔ بے شک عقیدہ توحید کے بعد عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کا سب سے بڑا عقیدہ ہے جس کی دینی و آئینی قانونی اور سماجی حیثیت ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ عقیدہ ختم نبوت جزو ایمان نہیں بلکہ اصل ایمان ہے۔ یہ میر علی شاہ گولڑوٹی سے لے کر ذاکر غلام محمد وقبال، آغا شورش کاشمیری اور مولانا مودودی سے لے کر شاہ احمد نورانی، مولانا مفتی محمود تنک، علما و شیوخ نے اس محاذ پر بھرپور پیرو دیا اور آخر کار 7 ستمبر 1974ء کو قادیانی غیر مسلم قرار دے دیے گئے۔ دنیا بھر میں پاکستان و پہلا ملک تھا جہاں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

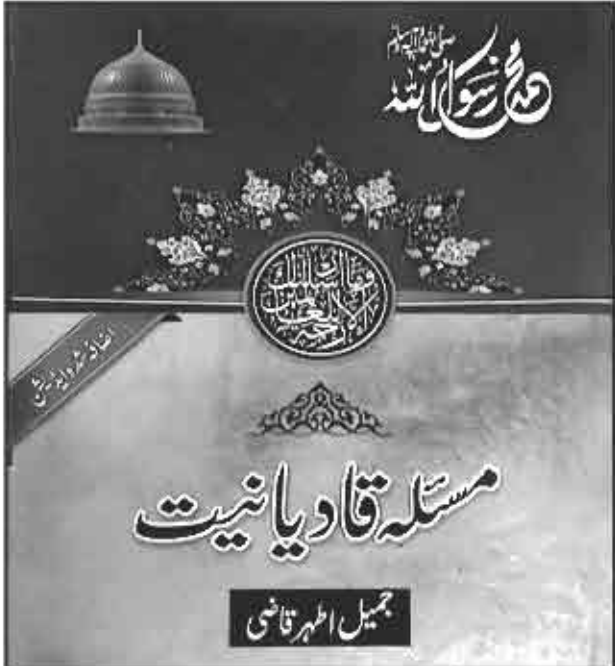
توقع تو یہ تھی کہ ختم نبوت کے حوالے سے یہ فتنہ ہمیشہ ہمیش کے لیے ختم ہو جائے گا مگر معلوم ہوا کہ قادیانیوں نے اسلام کے خلاف اپنی کوششیں ترک نہیں کیں بلکہ آج کے روز میں یہ کہیں سے یہ خبر آتی رہتی ہے کہ قادیانی عقیدہ ختم نبوت میں غلبہ لگانے کی ناپاک جدت کر رہے ہیں مگر آج بھی کوئی نہ کوئی بزرگ، عالم دین، دانشور یا صحافی اس محاذ پر کھڑا مل جاتا ہے۔ تو وہ مذہب کا کوئی کس اٹھا کر دیکھ لیں اس کے پس پردہ قادیانی ہی کھڑے ملتے ہیں اور یہی قادیانی بیرون ملک خصوصاً غیر مسلموں کے پاس جا کر کہتے ہوئے ملتے ہیں کہ پاکستان میں انہیں مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے۔

پاکستان کی صحافت اردو بولیا انگریزی یا پھر علاقائی زبانوں کی، ہر وقت عقیدہ ختم نبوت کے دفاع کے لیے چوکس رہتی ہے۔ آغا شورش کاشمیری ہوں، حمید نظامی ہوں، جمیل نظامی ہوں، الطاف حسن قریشی ہوں یا جمیل الرحمن شامی سمیت سینکڑوں صحافیوں نے موقع کی مناسبت سے اس محاذ پر نہ صرف پیرو دیا ہے بلکہ میدان مارا بھی ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی گولڈن جوبلی تقریبات کے موقع پر ڈیکل اطہر قاضی نے ”مسئلہ قادیانیت“ کے عنوان سے 1164 صفحات پر مشتمل کتاب شائع کی ہے جس میں قیام پاکستان کے فوری بعد سے لے کر آج تک اس موضوع پر شائع ہونے والے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ پاکستان کی اس نسل کے لیے جسے نظریہ پاکستان اور پاکستان کے حوالے سے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں، کے لیے زیر نظر کتاب ایک قیمتی تحفہ ہے۔ یہ مضامین کم و بیش تمام مکاتب فکر اور مسلک کی نمائندگی کرنے والے ہیں۔ کئی مضامین تو درحقیقت اس وقت کی رپورٹس ہیں، جب 1973ء کے عین کے تحت بننے والی پہلی قانون ساز اسمبلی قادیانیوں کی بیخ کنی کے لیے قانون سازی میں مصروف تھی۔ یوں یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز بن گئی ہے۔

کتاب زیر نظر کے قلیب پر آغا شورش کاشمیری، محمود شام اور جمیل الرحمن شامی کی تحریریں شامل کی گئی ہیں جبکہ سب سے پہلی کئی نامور صحافیوں کے نام درج ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں صفحہ اول کے صحافیوں کا بھی حصہ شامل ہے۔ مؤلف کتاب روزنامہ جرات، تجارت، The Business اور ہفت روزہ اخبار خوانین لاہور کے چیف ایڈیٹر ہیں جو 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں صرف 12 سال کی عمر میں نوپا ایک سنگھریلو سے اسٹیشن پر قادیانیوں کے خلاف اٹھ پڑھنے کے جرم میں گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ ان کے بارے میں جبار مرزا کا کہنا ہے کہ جمیل اطہر قاضی محبت، سخاوت، عزت و عظمت، استقامت کا قطب مینار ہیں۔ ان کی شخصیت امانت، دیانت، صداقت اور صحافت کا مرکب ہے۔ وہ خفیہ صوفی اور بڑی عزت والے ہیں۔

بے شک اللہ سبحان و تعالیٰ نے ان سے مسئلہ قادیانیت کے عنوان سے کتاب مرتب کروا کر اسے بہت بڑا کام لیا ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی یہ کاوش اپنی جناب میں قبول فرمائے۔

زیر نظر کتاب چوتھا ایڈیشن ہے جس میں کتاب کے پہلے ایڈیشن پر تبصرے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ سفید آفیسٹ کاغذ پر ہارڈ کور اور ڈسٹ کور کے ساتھ چھپی یہ کتاب 6500 روپے کے عوض کتاب سرائے لاہور وائس مارکیٹ غزنی میٹریٹ اردو بازار لاہور سے حاصل کی جاسکتی ہے۔



چسکدار صفائی گہرائی تک اثر

شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت



DELIVERY
ALL OVER
PAKISTAN



میرا با اعتماد انتخاب

شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو



JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
☎ 0304 706 1265
jri.com.pk

MULTICAL-1000

Calcium + Vitamin C & B12 + Folic Acid (Sachets)



MULTICAL-1000 CONTAINS
XTRA CALCIUM

Takes you away from
Malaise & Fatigue



Sweetened with Aspartame
Aspartame is safe & FDA approved low
calories sweetner



NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Nazim Mehar Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com (UAN 111-742-782)

Health
Devotion